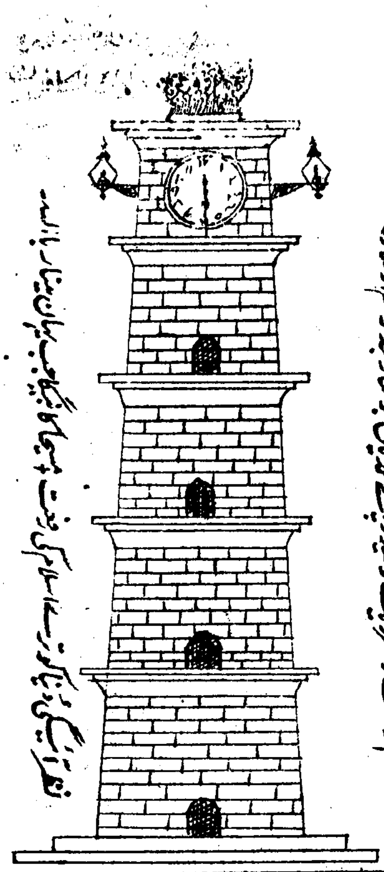
بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم



اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

انی اٰوی القریۃ

الحکم

دارالامان حضرت قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

جلد ۷	مورخہ ۱۰ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۱ ہجری روز شنبہ	نمبر ۲۵

ڈایری حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

یکم جولائی سنہ ۱۹۰۳ء

دربار شام

مسئلہ ایک لڑکی کے دو بھائی تھے اور ایک والدہ۔ ایک بھائی اور والدہ ایک لڑکے کیساتھ اس لڑکی کے نکاح کے لئے راضی تھے مگر ایک بھائی مخالف تھا وہ اور جگہ رشتہ پسند کرتا تھا اور لڑکی بھی بالغ تھی اسکی نسبت مسئلہ دریافت کیا گیا کہ اس لڑکی کا نکاح کہاں کیا جاوے حضرت اقدس نے دریافت کیا کہ وہ لڑکی کس بھائی کی رائے سے اتفاق کرتی ہے۔ جواب دیا گیا کہ اپنے اس بھائی کے ساتھ جس کیساتھ والدہ بھی متفق ہے۔ فرمایا کہ پھر وہاں ہی اسکا رشتہ ہو جہاں لڑکی اور اسکا بھائی دونو متفق ہیں۔

پھر نکاحوں پر ذکر چل پڑا کہ آنحضرت صلعم نے اپنی لڑکیوں کے رشتے ابولہب کے گھر کئے تھے حالانکہ وہ مشرک تھا مگر اسوقت تک نکاح کے متعلق وحی کا نزول نہ ہوا تھا چونکہ پیغمبر خدا صلعم پر توحید غالب تھی اسلئے دخل نہ دیتے تھے اور قومیت کے لحاظ سے بعض امور کو سرانجام دیتے اس لئے ابولہب کو لڑکی دیدی تھی۔

رسول عالم الغیب ہوتا ہے کہ نہیں اسپر فرمایا کہ اگر آنحضرت صلعم کو علم غیب ہوتا تو آپ زینبؓ کا نکاح زید سے نہ کرتے کیونکہ بعد کو جدائی نہ ہوتی اور اسی طرح ابولہب سے بھی رشتہ نہ کرتے۔

موہبت الٰہی

میں ایک مرد ہوں کہ خدا میرے ساتھ گفتگو کرتا ہے اور اپنے خاص خزانہ سے مجھے تعلیم دیتا ہے اور اپنی ادب سے میری تادیب فرماتا ہے وہ اپنی مجھ پر وحی بھیجتا ہے میں اسکی وحی کی پیروی کرتا ہوں ایسی صورت میں مجھے کونسی ایسی ضرورت ہے کہ میں اسکی راہ کو ترک کرکے دوسری متفرق راہیں اختیار کروں جو کچھ آجتک میں نے کہا ہے اسی کے امر سے کہا ہے اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں ملایا اور نہ اپنی طرف سے میں نے کوئی افترا باندھا ہے مفتری کا انجام ہلاکت ہے پس اس کاروبار پر تعجب کرنیکا کونسا مقام ہے اس قادر مطلق خدا کے کاروبار پر تعجب نہ کرو کیونکہ اسنے تو زمین و آسمان کو پیدا کیا جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور کسیکو مجال نہیں کہ اس سے پوچھے کہ یہ کیا کیا میرے پاس خدا تعالیٰ کی بہت سی شہادتیں ہیں اسنے میرے لئے بڑے بڑے نشان دکھلائے ہیں اور اسکی وحی کردہ بعض خبریں بھی صحیح ہیں اسنے مجھے وہ ایسے اسرار دیئے ہیں کہ انسان کی عقل کو ان تک رسائی نہیں ہے پس اسلئے چاہیئے کہ طاعون بابیمیں ہمارے ساتھ جھگڑا نہ کریں اور اس شخص کی طرح نہ ہو دیں جسکے دل کو خدا نے غافل کر دیا اور اسنے اپنے اسباب کو اپنا خدا قرار دے لیا

اسباب پرستی کا رد

کیا ان کو اس بات کی خبر نہیں ہے کہ ہر ایک سبب کا انتہا آخر کار ہمارے خدا تک ہی ہے اور تھوڑی دور تک چلکر اسباب کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور صرف امر خالق کا مرتبہ رہ جاتا ہے کہ جسکو کسیطرح ہم سبب کی طرف منسوب نہیں کر سکتے اور صرف خدا تعالیٰ کی قدرت ہی باقی رہ جاتی ہے اور اسباب بالکل منقطع ہو جاتا ہے اسباب تو صرف چند قدموں تک ساتھ دیتا ہے اسکے بعد خدا تعالیٰ کی غیر مدرک اور پوشیدہ قدرت ہوتی ہے یہ ایک ایسا پوشیدہ خزانہ ہے کہ جسکی حد اور انتہا ہی نہیں ہے اور ایسا دریا ہے کہ جسکا کوئی کنارہ نہیں ہے اور ایک ایسا دشت ہے کہ جسکے ہونے میں نہیں آتا یہ کہنا کہ قدرت خالص اللہ تعالیٰ کی بیکار ہو جاتی ہے اور صرف اسباب رہجاتے ہیں بڑی بے انصافی ہے کیا تمکو اسباب کا علم نہیں ہے کہ خدا نے آدمؑ اور عیسےٰؑ کو کیسے پیدا کیا تھا اور موسےٰ کیلئے کسطرح دریا کو پھاڑ دیا کہ جس سے موسیٰؑ تو دریا سے سلامت گذر گئے اور فرعون غرق ہو گیا۔ اب تم ہی جواب دو کہ وہ کونسی کشتی تھی جسپر بیٹھکر موسےٰؑ دریا سے گذرے خدا تعالیٰ نے اس قصہ کو قرآن کریم میں بے فایدہ نہیں ذکر کیا ہے بلکہ اسمیں بڑے بڑے معارف اور حقائق ہیں تاکہ تمکو اسبات کا علم ہو کہ اس پاک ذات اللہ تعالیٰ کی قدرت اسباب میں مقید نہیں ہے اور تمہارے ایمان ترقی کریں آنکھیں کھلیں اور شکوک و شبہات رفع ہوں اور تمکو یہ معرفت و شناخت حاصل ہو کہ تمہارا خدا ایسا قدیر ہے کہ اسپر کسی قسم کا کوئی دروازہ مسدود نہیں ہے اسکی قدرتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے جو شخص اسکی وسعت قدرت سے منکر ہو کر اسباب کے احاطہ میں اسے مقید کرتا ہے تو سمجھو کہ صدق کے مقام سے وہ گر پڑا پس اگر کوئی شخص حکم خداوندی سے اسباب کو ترک کرتا ہے تم اسے برا مت کہو اور خدا تعالیٰ کے قانون کو ایک تنگ دائرہ

موعظۃ الحسنہ

اور راہ کے خطرات سے نجات پا چکے ہیں اسلئے شروع میں ہی اللہ تعالےٰ نے ہمکو تقویٰ کی تعلیم کر کے ایک ایسی کتاب ہم کو عنایت کی جسمیں تقوےٰ کے وصایا بھی دیئے۔

سو ہماری جماعت یہ غم کل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائیں۔ کہ اونمیں تقوےٰ ہے یا نہیں اہل تقوےٰ کے لئے یہ شرط تھی کہ وہ غربت اور مسکینی میں اپنی زندگی بسر کرے۔ یہ ایک تقوے کی شاخ ہے جس کے ذریعہ ہمیں ناجائز کا مقابلہ کرنا ہے۔ بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کے لئے آخری اور کڑی منزل غضب سے ہی بچنا ہے۔ عجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے اور ایسا ہی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ غضب اسوقت ہوگا۔ جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے میں نہیں چاہتا۔ کہ میری جماعت والے آپسمیں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے۔ یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے اور جس کے اندر حقارت ہے۔ ڈر ہے۔ کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اوس کی ہلاکت باعث ہو جاوے بعض آدمی بڑوں کو ملکر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے۔ جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے۔ اوس کی دلجوئی کرے۔ اُس کی بات کی عزت کرے۔ کوئی چڑ کی بات مُنہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تنابزوا بالالقاب۔ بئس الاسم الفسوق بعد الایمان۔ ومن لم یتب فاولٰئک ہم الظالمون۔ س ۲۶۔ تم ایک دوسرے کی چڑ کے نام نہ ڈالو یہ فعل فساق و فجار کا ہے۔ جو شخص کسی کو چڑاتا ہے۔ وہ نہ مریگا۔ جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہوگا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب کل ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا خدا کے نزدیک بڑا وہ ہے۔ جو متقی ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر۔ س ۲۶۔ یہ جو مختلف ذاتیں ہیں۔ یہہ کوئی وجہ شرافت نہیں خدا تعالےٰ نے محض عرف کے لئے یہ ذاتیں بنائیں اور آجکل تو صرف بعد چار پشتوں کے حقیقی پتہ لگانا ہی مشکل ہے۔ متقی کی شان نہیں کہ ذاتوں کے جھگڑے میں پڑے جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ میرے نزدیک ذات کوئی سند نہیں۔ حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے۔ خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں۔ وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ اُن کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے۔ ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہیئے جس سے ہماری فلاح ہو اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں وہ خالص تقوےٰ کو چاہتا ہے۔ جو تقوے کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔ آنحضرتؐ یا حضرت ابراہیمؑ نے کسی وراثت سے تو عزت نہیں پائی گو ہمارا ایمان ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے والد ماجد عبد اللہ مشرک نہ تھے۔ لیکن اُس نے نبوت تو نہیں دی۔ یہ تو فضل الہٰی تھا۔ اُن صدقوں کے باعث جو اون کی فطرت میں تھی۔ یہی فضل کے محرک تھے حضرت ابراہیمؑ جو ابوالانبیاء تھے اونہوں نے اپنی صدق و تقوے سے ہی بیٹے کو قربان کرنے میں دریغ نہ کیا خود آگ میں ڈالے گئے۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق ووفا دیکھئے آپ نے ہر ایک قسم کی بد تحریک کا مقابلہ کیا طرح طرح کے مصائب و تکالیف اوٹھائے لیکن پرواہ نہ کی۔ یہی صدق ووفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ وملٰئکتہٗ یصلون علی النبی۔ یاایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ س ۲۲۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اور اوس کے تمام فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم درود و سلام بھیجو نبی پر۔ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رسول اکرم کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اون کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے یعنے آپ کے اعمال صالح کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپ کی روح میں وہ صدق وصفا تھا اور آپ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اسقدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گذاری کے طور پر درود بھیجیں اُن کی ہمت و صدق وہ تھا۔ کہ اگر ہم اوپر یا نیچے نگاہ کریں تو اُسکی نظیر نہیں ملتی۔ خود مسیح کے وقت کو دیکھ لیا جاوے۔ کہ اون کی ہمت یا روحانی صدق وصفا کا کہاں تک اثر اون کے پیروں پر ہوا ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایک بد پرورش کو درست کرنا کسقدر مشکل ہے۔ عادات راسخہ کا گنوانا۔ کیسا محال سے ہے۔ لیکن ہمارے مقدس نبی نے تو ہزاروں انسانوں کو درست کیا جو حیوانوں سے بدتر تھے بعض ماؤں اور بہنوں میں حیوانات کی طرح فرق نہ کرتے تھے۔ یتیموں کا مال کھاتے مردوں کا مال کھاتے۔ بعض ستارہ پرست بعض دہریہ بعض عناصر پرست تھے۔ جزیرہ عرب کیا تھا ایک مجموعہ مذاہب اپنے اندر رکھتا تھا۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ قرآن کریم ہر ایک قسم کی تعلیم اپنے اندر رکھتا ہے ہر ایک غلط عقیدہ یا بری تعلیم جو دنیا میں ممکن ہے اُس کے استیصال کے لئے کافی تعلیم اس میں موجود ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عمیق حکمت و تصرف ہے۔

چونکہ کامل کتاب نے آکر کامل اصلاح کرنی تھی ضرور تھا کہ اُس کے نزول کے وقت اُس کی جائے نزول میں بیماری بھی کامل طور پر ہوتا کہ ہر ایک بیماری کا علاج کامل کیا جاوے۔ سو اس جزیرہ میں کامل طور سے بیمار تھے اور جن میں وہ تمام بیماریاں روحانی موجود تھیں۔ جو اس وقت یا اُس سے بعد آئندہ نسلوں کو لاحق ہونے والی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن نے کل شریعت کی تکمیل کی اور کتابوں کے نازل ہونے کے وقت نہ یہ ضرورت تھی نہ اون میں ایسی کامل تعلیم ہے۔

ہمارے نبی اکمل کی برکات جسقدر ظہور میں آئے۔ اگر تمام خوارق کو الگ کر دیا جاوے تو آپ کی اصلاح ہی ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ اگر کوئی اس حالت پر غور کرے جب آپ آئے۔ پھر اوس حالت کو دیکھے جو آپ چھوڑ گئے۔ تو اس کو ماننا پڑے گا کہ یہ حالت بذات خود ایک اعجاز تھا۔ اگرچہ کل انبیاء عزت کے قابل ہیں۔ لیکن ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اگر آنحضرت تشریف نہ لاتے تو نبوت تو درکنار خدائی کا ثبوت بھی اس طرح نہ ملتا آپ کی تعلیم سے پتہ قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفوًا احد کا لگا۔ اگر توریت میں کوئی ایسی تعلیم ہوتی۔ اور قرآن صرف اُس کی تحریص ہی کرتا تو نصاریٰ کا وجود ہی کیوں ہوتا۔

غرض قرآن نے جس قدر تقوےٰ کی راہیں اختیار کیں اور ہر طرح کے انسانوں اور مختلف قوموں کی پرورش کرنے کے طریق سکھلائے۔ ایک جاہل عالم۔ اور فلسفی کی پرورش کے

راستے ہر طبقے کے سوالات کا جواب غرض کہ کوئی فرقہ نہ چھوڑا۔ جس کی اصلاح کے طریق نہ بتائے۔ یہ ایک دقیقہ وقت تھا۔ جیسے کہ فرمایا فیھا کتب قیمۃ۔ س ۳۰۔ یعنی یہ وہ صحیفہ ہیں جس میں کل سچائیاں ہیں سو یہ کیسی کتاب مبارک ہے کہ اس میں سب سامان اعلیٰ درجہ درجہ تک پہنچنے کے موجود ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ جیسے کہ حدیث میں آیا ایک درمیانی زمانہ آوے گا جو فیج اعوج ہے۔ یعنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک میرا زمانہ برکت والا ہے۔ ایک آنیوالا مسیح ومہدی کا۔ مسیح و مہدی کوئی دو الگ اشخاص نہیں اُن سے مراد ایک ہی ہے۔ مہدی ہدایت یافتہ سے مراد ہے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مسیح مہدی نہیں۔ مہدی مسیح ہو یا نہ ہو۔ لیکن مسیح کے مہدی ہونے سے انکار کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نے یہ دو الفاظ سب وشتم کے مقابل بطور ذب کے رکھی ہیں۔ کہ وہ کافر ضال مضل نہیں بلکہ مہدی ہے۔

چونکہ اُس کے علم میں تھا کہ آنیوالے مسیح کو مہدی دجال و گمراہ کہا جائے گا۔ اس لئے اُسے مسیح و مہدی کہا گیا۔ دجال کا تعلق اخلد الی الارض سے تھا۔ اور مسیح کو رفع آسمانی ہونا تھا۔ سو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا اس کی تکمیل دو ہی زمانوں میں ہونی تھی ایک آپ کا زمانہ اور ایک آخری مسیح و مہدی کا زمانہ یعنے ایک زمانہ میں تو قرآن اور سچی تعلیم نازل ہوئی لیکن اُس تعلیم پر فیج اعوج کے زمانہ نے پردہ ڈال دیا جس پردہ کا اوٹھایا جانا مسیح کے زمانہ میں مقدر تھا جیسے کہ فرمایا۔ کہ رسول اکرم نے ایک تو موجودہ جماعت یعنے جماعت صحابہ کرام کا تزکیہ کیا۔ اور ایک آنیوالی جماعت کا جس کی شان میں لما یلحقوا بھم آیا ہے۔ سو یہ ظاہر ہے کہ خدا نے بشارت دی کہ ضلالت کے وقت اللہ تعالیٰ اس دین کو ضائع نہ کرے گا۔ بلکہ آنے والے زمانہ میں خدا حقائق قرآنیہ کو کھول دیگا۔ آثار میں ہے کہ آنیوالے مسیح کی ایک یہ فضیلت ہوگی کہ وہ قرآنی فہم اور معارف کا صاحب ہوگا۔ اور صرف قرآن سے استنباط کرکے لوگوں کو اون غلطیوں سے متنبہ کرے گا جو حقائق قرآن کی ناواقفیت سے لوگوں میں پیدا ہوگئی ہوں۔

قرآن میں رسول اکرم کو مثیل موسےٰ قرار دے کر فرمایا۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً س ۲۹۔ یعنے ہم نے ایک رسول بھیجا۔ جیسے موسیٰ کو فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ ہمارا رسول مثیل موسےٰ۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصّلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الخ س ۱۸ اس مثیل موسیٰ کے خلفاء بھی اُسی سلسلہ سے ہونگے۔ جیسے کہ موسےٰ کے خلفا سلسلہ وار آئے اُس سلسلہ کی میعاد چودہ سو برس تک ہی۔ برابر خلفا آتے رہے۔ یہ ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشگوئی تھی کہ جس طرح سے پہلے سلسلہ کا آغاز ہوا ویسے ہی اس سلسلہ کا آغاز ہوگا۔ یعنے جس طرح موسےٰؑ نے ابتدا میں جلالی نشان دکھلائے اور فرعون سے چھڑایا۔ اس طرح آنیوالا نبی بھی موسےٰؑ کی طرح ہوگا فکیف تتقون ان کفرتم یوماً یجعل الولدان شیبا ن السماء منفطر بہ۔ کان وعدہ مفعولاً س ۲۹۔ یعنے جس طرح ہمنے موسیٰ کو بھیجا تھا۔ سو رسول اکرم کے وقت کفار عرب بھی فرعونیت سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ بھی فرعون کی طرح باز نہ آئے۔ جب تک اونہوں نے جلالی نشان نہ دیکھ لیا سو آنحضرت کے کام موسےٰ کے کام کے سے تھے اس موسےٰ کے کام قابل پذیرائی نہ تھے۔ لیکن قرآن نے منوایا۔ موسےٰ کے زمانہ میں گو فرعون کے ہاتھ سے نجات اسرائیل کو ملی۔ لیکن گناہوں سے نجات نہ پائی۔ وہ لڑے اور کجدل ہوئے اور موسےٰؑ پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری پوری نجات دی رسول اکرم صلعم اگر طاقت شوکت سلطنت اسلام کو نہ دیتے تو مسلمان مظلوم رہتے۔ اور نجات کفار کے ہاتھ سے نہ پاتے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ایک تو یہ نجات دی کہ مستقل اسلامی سلطنت قائم ہوگئی۔ دوسرا یہ کہ گناہوں سے اُن کو نجات ملی۔ خداوند تعالیٰ نے خود دو نقشے کھینچے ہیں۔ کہ عرب پہلے کیا تھے۔ اور پھر کیا ہوئے اگر دونوں نقشے اکٹھے کئے جائیں۔ تو اُن کی پہلی حالت کا اندازہ لگ جاوے گا سو اللہ تعالیٰ نے دونو نجاتیں دیں۔ شیطان سے بھی نجات دی اور طاغوت سے بھی۔

جو صدق و صفا آپ نے آپ کے صحابہ کرام کو دکھایا۔ اس کی نظیر کہیں نہیں۔ جان دینے تک دریغ نہ کیا۔ حضرت عیسےٰ کو کوئی مشکل کام نہ تھا اور نہ مفید ہی کوئی الہام تھا۔ چند بلادری کے لوگوں کو سمجھانا کونسا بڑا کام ہے یہودی تو توریت پڑھے ہی ہوئے تھے۔ ایمان لانے والے تھے۔ خدا کو وحدہ لاشریک جانتے ہی تھے تو بعض وقت یہہ خیال آجاتا ہے۔ کہ مسیح کرنے ہی کیا آئے تھے۔ یہودیوں میں تو توحید کے لئے اب بھی غیرت پائی جاتی ہے۔ نہایت کہہ یہہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ شائد اخلاقی نقص سے تھے۔ لیکن تعلیم تو توریت میں موجود ہی تھی۔ باوجود اس سہولت کے کہ قوم اُس کتاب کو مانتی تھی۔ مسیح نے وہ کتاب سبقاً سبقاً اُستاد سے پڑھی تھی۔ اُس کے مقابل ہمارے سید و مولےٰ ہادی کامل اُمّی تھے۔ اُن کا کوئی اوستاد بھی نہ تھا۔ اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے۔ کہ مخالف بھی اس امر سے انکار نہ کرسکے۔ سو حضرت عیسےٰ کے لئے دو آسانیاں تھیں۔ ایک تو برادری کے لوگ تھے جو بھاری بات منوالی تھی۔ وہ پہلے ہی مان چکے تھے۔ ہاں کچھ اخلاقی نقص۔ لیکن باوجود اتنی سہولت کے حواری درست نہ ہوئے لالچی رہے۔ حضرت عیسےٰ اپنے پاس روپیہ رکھتے تھے۔ بعض چوریاں بھی کرلیتے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے رکھنے کی جگہ نہیں۔ لیکن ہم حیران ہیں۔ کہ اس کے کیا معنے ہیں۔ جب گھر بھی ہو۔ اور مکان بھی ہو اور مال میں گنجائش اسقدر ہو کہ چوری کیجاوے تو پتہ بھی نہ لگے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ دیکھنا یہ منظور ہے۔ کہ باوجود ان تمام سہولت کے کوئی اصلاح نہ ہوسکے۔ پطرس کو بہشت کی کنجیاں تو مل جاویں۔ لیکن اپنے استاد کو لعنت دینے سے نہ رک سکے۔ اب مقابلہ میں الفاظ کا دیکھا جاوے۔ کہ ہمارے ہادی اکملؐ کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسول کے لئے کیا کیا۔ جان نثاریاں کیں۔ جلا وطن ہوئے۔ ظلم اُٹھائے طرح طرح کے مصائب اوٹھائے۔ جانیں دیدیں۔ لیکن صدق ووفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔ پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے اُنہیں ایسا جان نثار بنا دیا۔ وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا جس کی شعاع اُن کے دل میں پڑ چکی تھی۔ سو خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کرلیا جاوے آپ کی تعلیم تزکیہ نفس۔ پیروؤں کو دنیا سے متنفر کرا دینا۔ شجاعت کے ساتھ صداقت کے لئے خون بہا دینا۔ اس کی نظیر کہیں نہ ملسکیگی سو یہ مقام حضرت کے صحابہ کا ہے۔ اُن میں جو آپس میں تالیف و محبت تھی۔ اس کا نقشہ دو فقروں میں بیان کیا ہے۔ والف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبھم الآیۃ س ۱۰۔ یعنے جو تالیف اُن میں ہے وہ ہرگز پیدا نہ ہوتی۔ خواہ سونے کا پہاڑ بھی دیا جاتا۔ اب ایک اور جماعت مسیح موعود کی ہے۔ جس نے اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرنا ہے۔ صحابہؓ کی تو وہ پاک جماعت تھی جس کی تعریف میں قرآن بھرا پڑا ہے۔ کیا آپ لوگ ایسے ہیں۔ جب خدا کہتا ہے کہ مسیح کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے جو صحابہ کے دوش بدوش ہونگے۔

قرآن کے ہوتے کسی اور کتاب کی ضرورت

۲۳- اپریل سنہ ۱۹۰۳ء کو ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت حکیم نورالدین صاحب پر چند ایک سوال کئے تھے چونکہ وہ سوال اور ان کے جواب ہر ایک دیندار کے لئے زیادتی ایمان کا موجب ہیں- اس لئے ہم ان کو درج کرتے ہیں +

سوال- اگر قرآن کے سوا اور کوئی کتاب نہ مانی جاوے تو کیا قیامت لازم آتی ہے اور اصول دین کونسی ضرورت باقی ہے +

جواب- اگر انسان میں ضد نہ ہو اور غور وفکر کرے تو قرآن کافی کتاب ہے- قرآن تو ہدایت ہے رحمت ہے شفا ہے اور ہر ایک قسم کے اختلاف مٹانے کے واسطے آیا ہے- اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم ان فی ذلک لرحمۃ وذکریٰ لقوم یومنون + اور یہی راہ ایمان کی ہے- مگر سوال کے یہ معنے کہ اب دین کیواسطے ہمیں کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے یہ ایک نفس کا دہوکہ ہے انسان کے مُنہ سے بعض وقت ایسا لفظ نکلتا ہے جو خود ہی اس کے لئے مشکلات کا موجب ہوتا ہے + قرآن کریم فرماتا ہے کہ میں عربی زبان میں ہوں تو اب عربی زبان کے سمجھنے کے واسطے دوسری کتاب کی ضرورت پڑی ورنہ کوئی بتلائے کہ بسم اللہ- رحمٰن رحیم- اب ان سب کے معنے قرآن شریف میں کہاں لکھے ہیں- آخر جواب یہ ہوگا کہ عربی سمجھنے کے واسطے اور کتاب کی ضرورت ہے تو پھر نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کافی نہ رہا- اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سائل نے غور اور فکر ہرگز نہیں کی اور جس دعوے کو خود ثابت نہیں کرسکتا اسے دوسرے کے آگے پیش کیا جاتا ہے-

اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف تو اپنی ذات میں کافی ہے مگر یہ ہماری اپنی کمزوری ہے کہ سوائے عربی زباندانی کے ہم دینی ضرورت کو انجام نہیں دے سکتے شاید اسپر یہ سوال ہو کہ اس جواب کا تعلق عجم سے ہے- عرب لوگوں کو یہ ضرورت نہیں ہے تو یہ بھی غلط ہے خود مکہ اور مدینہ میں اب وہ بولی نہیں ہے جو کہ قرآن شریف کی زبان ہے انجام کار یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ خاص قرآن کی بولی جاننے کے واسطے ایک اور کتاب کی ضرورت پڑی +

اب یہ اعتراض رہا کہ جس کو قرآن کے معانی بدوں کسی کتاب کے آتے ہیں اسے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی ذات پاک ایسی تھی کہ انکو قرآن کے فہم کے واسطے تو کسی کتاب کی ضرورت نہ تھی- مگر تاہم قرآن کو کلام الٰہی اور جو کچھ قرآن کریم پیش کرتا ہے اس کی تصدیق کے واسطے پھر بھی اور کتاب کی تو ضرورت تھی اور خود قرآن بتلاتا ہے کہ اور کتاب کی ضرورت ہے-

فاتوا بالتورات فاتلوھا ان کنتم صٰدقین- آنحضرت صلعم کو اپنی صداقت ثابت کرنیکے واسطے قرآن میں فرماتا ہے کہ ایک اور کتاب میں دیکھو- پھر لکھا ہے مکتوبا عندھم فی التورات فاتلوھا ان کنتم صٰدقین آنحضرت صلعم کو اپنی صداقت ثابت کرنیکے واسطے قرآن میں فرماتا ہے کہ اور کتاب میں دیکھو پھر لکھا ہے مکتوبا عندھم فی التورات والانجیل گویا دو کتابوں کی ضرورت پڑی اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آنحضرت صلعم کو بھی پیشگوئیوں وغیرہ اور اپنے دعاوی اور نیز قرآن کی تصدیق کے واسطے دوسری کتابوں کی ضرورت پڑتی رہی اور ادہر ہمکو بھی پڑی- کیونکہ ہماری زبان عربی نہیں ہے +

اس لئے خوب یاد رکھو کہ قرآن تو اپنی ذات میں ایک کامل کتاب ہے مگر اس کے کمال کو جاننے کے لئے ہم اور کتابوں کے محتاج ہیں کبھی لغت کے کبھی دوسرے علوم کی کتب کے اگر کہو کہ اصول دین کو اس سے کیا تعلق ہے- تو ہم کہتے ہیں قرآن شریف کی تصدیق کرنی بھی تو اصول دین ہے- کامل ذات خود کسی کی محتاج نہیں ہوا کرتی مگر دوسرے اس کو کامل جاننے کے واسطے محتاج ہوتے ہیں دیکھو خدا اپنی ذات میں کامل ہے اور اس کو دلائل کی ضرورت نہیں مگر چونکہ ہم دلائل کے محتاج ہیں اس لئے مصنوعات وغیرہ کے دلائل ہمکو دینے پڑے-

سوال- محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانکر کیا انسان مسلمان ہوسکتا ہے یا نہیں

جواب- آنحضرت صلعم کے نہ ماننے میں وہ تمام انبیاء اور امتیں بھی داخل ہیں جو کہ آپ کی بعثت سے پیشتر گذر چکیں- مثلاً آدم نے آنحضرت صلعم کو کب ویسے مانا ہے جیسے کہ ہم مان رہے ہیں مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اگر آدم کو ماننے کی ضرورت پیش نہ آئی تو ہم بھی نہ مانیں غلط ہے- دیکھو آدم نے تو آپ کو نہ مانا- مگر وہ مسلمان تھا- اور ادُہر ابوجہل نے نہ مانا تو وہ کافر ہوا کیا اب دونوں کا نہ ماننا ایک جیسا ہے اصل میں اسلام نام ہے فرمانبرداری کا کہ جب فرمان نازل ہوا اسے اسی وقت مان لے سکھوں کے وقت جب گورنمنٹ انگلشیہ آئی تو اوس وقت یہ قوانین نہ تھے جو کہ اب ہیں- مگر اسوقت جس قسم کے قوانین تھے ان کو اسوقت کے ماننے والے فرمانبردار کہلاتے تھے اور اون کے منکر باغی- پھر اس کے بعد جب قانون کی صورت بدلی تو پھر اس متبدل شدہ صورت کو ماننے والے فرمانبردار ہوئے اور دوسرے باغی- اسی طرح اب جو قانون ہے یہ اور ہی ہے اب اسی کو ماننے والے فرمانبردار کہلاتے ہیں غرضیکہ جب فرمان کے وقت نافرمانی کی جاوے تو پھر اسلام کا مفہوم نہیں رہتا- قرآن بھی یہی کہتا ہے- وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ومن کفر بعد ذٰلک فاولئک ھم الفاسقون- یہاں بھی ان خلفاء کے منکروں پر لفظ کفر کا ہی آیا ہے کیونکہ وہ تو حکم الٰہی ہے جس رنگ میں ہو جو اس سے نافرمانی کرے گا وہ نافرمان ہوگا میں اس چھت کے نیچے بیٹھا ہوں اگر مجھے اللہ تعالیٰ ابھی حکم دے کہ اوٹھ جاؤ اور میں نہ اوٹھوں تو میں نافرمان ہونگا اگر یہ چھت گرے اور میں مرجاؤں تو اس نافرمانی کی سزا ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کیا میں تو کہتا ہوں کہ خدا کے کسی ایک حکم اور آپ کے جانشینوں کی کسی ایک نافرمانی سے انسان کافر ہوجاتا ہے +

سوال- الہامات میں اختلاف ہوتا ہے کہ نہیں-

جواب- الہامات میں اختلاف نہیں ہوتا ہاں بعض مشکلات ہوتی ہیں لوگ ان کے فہم میں غلطی کرتے ہیں- قرآن میں بھی لوگوں نے اختلاف مانا ہے اور سخت غلطی کہائی ہے جب ہی تو ناسخ منسوخ مان بیٹھے اصل بات یہ ہے کہ فہم انسان میں اختلاف ہوتا ہے- نفس الہام میں اختلاف نہیں ہوتا +

اور میں نے چھت کی مثال دی ہے کہ خدا حکم دیوے کہ اوٹھ جاؤ یہ چھت گرنیوالی ہے مگر میری دعا اور تضرع سے اگر خدا اسے نہ گرنے دیوے اور پھر حکم دیوے کہ اب نہ اوٹھو اور نہ نکلو تو کیا اسے اختلاف فی الاحکام کہوگے ہرگز نہیں- تو بات یہی ہے کہ الہامات میں اختلاف نہیں ہوا کرتے +

تقوےٰ

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

تحقیق اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور جو محسن ہیں +

کانپتے رہو اور گناہ نہ کرو ۲ اپنے بستر پر پڑے ہوئے اپنے ہی دلوں میں سوچ کرو ۲ { زبور ۴ } خداوند کا خوف پاک ہے کہ اُسکو ابد تک پائیداری ہے ۹ {زبور ۱۹} وہ کونسا انسان ہے جو خداوند سے ڈرتا ہے وہ اُسکو وہی راہ جو اُس کو پسند ہے بتلاوے گا ۱۲ اُسکا جی چین سے رہے گا ۱۳ اور اس کی نسل زمین کی وارث ہوگی ۱۴ خداوند کا بھید اس پاس ہے جو اُس سے ڈرتا ہے ۱۳ وہ اُن کو اپنے عہد کی شناسائی عنایت کرے گا۔ { زبور ۲۵ } ساری زمین خداوند سے ڈرتی رہے اور جہان کی ساری آبادی اُس کا خوف مانے کہ اُس نے کہا اور وہ ہو گیا ۱۱ { زبور ۳۳ }

مبارک ہے وہ آدمی جس کا بھروسہ اُسپر ہے اے اُس کے مقدس لوگو خداوند سے ڈرو ۱۰ کیونکہ جو اُس سے ڈرتے ہیں انہیں کچھ کمی نہیں، شیر ببر کے بچے حاجتمند ہوتے اور بھوکے رہتے ہیں - پر جو خداوند کے طالب ہیں اُنھیں کسی نعمت کی کمی نہیں { زبور ۳۴ }

۱- تقوےٰ ایک فطرتی امر ہے جو ہر ایک انسان کے اندر بدی کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ متواتر سرکشیوں اور بدکاریوں کے ساتھ یہ خوف زایل ہو جاتا اور خدا پرستی و نکوکاری کے ساتھ یہ خوف بڑھتا ہے

چنانچہ یہ عام مشاہدہ کی باتیں ہیں کہ جو جرم انسان نے پہلے کبھی نہیں کیا جب اوّل بار اُس کے کرنے کا ارادہ کرے تو طرح طرح سے اُس کا نور قلب اُس کو ڈراتا اور سمجھاتا ہے - بار بار وہی ارادہ کرنے سے یہ خوف کم ہوتا جاتا ہے - یہانتک کہ آخر کار ارتکاب کر بیٹھتا ہے کچھ مدت تک وہ خوف باقی رہتا مگر بار بار کے ارتکاب سے مطلق زایل ہو جاتا ہے - یہی تقوےٰ ہے جو ہر ایک انسان کو شروع میں چوری بدکاری قتل لوٹ اور ہر قسم کی بدی سے بچاتا ہے اسی تقوےٰ کا طفیل ہے کہ کروڑہا انسان جرایم پیشہ بننے سے بچے ہوئے ہیں - ہاں جو اس اندرونی واعظ کی مخالفت بار بار کرتے اور باغی بنے رہیں وہ ضرور جرایم پیشہ بن جاتے ہیں - قرآن مجید فرماتا ہے ونفس وما سوٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا قد افلح من زکٰھا وقد خاب من دسّٰھا - قسم ہے نفس کی اور اُس ذات کی جسنے اُس کو ایسا درست کیا پھر اُس کے اندر فجور اور تقوےٰ کا علم ڈالا تحقیق جس نے اُس کو پاک کیا وہ فلاح یافتہ ہوا اور جس نے اُسے ناپاک کیا وہ برباد ہوا۔

۲- تقوےٰ پر تمام ہدایت اور انسانی کامیابیوں کا دارومدار ہے کیونکہ جو متقی ہے اسی کیواسطے نصیحت کارگر ہوتی اور وہی اُسپر چلتا ہے جو خدا سے ڈرتا ہے - وہی نصیحت کی بات کو سنتا اور قبول کر سکتا ہے - مگر جو بے باک ہے وہ لاپرواہ متکبر اور سرکش بنا رہتا ہے - چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے انہ لتذکرۃ للمتقین تحقیق قرآن متقیوں کے واسطے ضرور تذکرہ ہے - یعنے اس سے متقی لوگ ضرور متنبہ اور نصیحت پذیر ہوتے ہیں - ان ھو الا ذکر و قرآن مبین ۥ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین ۵ یہ تو محض ایک نصیحت اور صاف صاف بیان کرنیوالا قرآن ہے تاکہ وہ شخص جو زندہ ہے عبرت زدہ ہو اور کافروں پر حجت پوری ہو کر عذاب کا حکم حق ہو جائے - اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی نصیحت کیسی ہی صاف اور دلوں میں گھر کرنیوالی ہو وہ اُسی کے دل میں اثر کرتی ہے جو متقی ہے مگر بدکار اور سرکش کے واسطے قطع محبت سے زیادہ کوئی کام نہیں دیتی قرآن مجید جو اپنے ہر ایک مسئلہ کو طرح طرح کے پیرایوں اور تمثیلات سے صاف کرتا اور ہر ایک حقیقت کو کامل روشنی تک پہنچانا چاہتا ہے اور الفاظ میں اس مسئلہ کو اس طرح بیان فرماتا ہے اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ - اللہ نے احسن حدیث کی کتاب اُتاری ہے جس کی باتیں ایک دوسرے سے مشابہ اور بار بار دھرائی گئی ہیں جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اُن کی جلد کا رُواں کھڑا ہو جاتا ہے - پھر اُن کی جلدیں اور قلوب نرم ہو کر ذکر الٰہی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں - پھر جو صادق ہے وہ خود جھوٹ ریا فریب مبالغہ اور افترا سے پاک صاف ہوتا ہے اس لئے خود سچ بولتا اور سچائی کو فوراً پہچان کر قبول کر لیتا ہے - چنانچہ متقیوں کی بابت قرآن کریم فرماتا ہے والذین جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون جو سچ لاتا اور سچ کی تصدیق کرتا ہے یہی لوگ تو متقی ہیں۔

انسان خواہ کیسا ہی متکبر ظالم اور غلیظ القلب کیوں نہ ہو جبتک اُس میں کوئی شمہ ایمان اور حیات روحانی کا باقی ہے اُسوقت تک ذکر قرآن اسمیں کپکپی ڈالدیتا اور جسم کے ذرہ ذرہ کو ہلا دیتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے عاسد عضلا یا اعصاب جبتک اُن کا کوئی ریشہ بھی اصلی حالت پر ہے اسوقت تک بجلی اون میں حرکت پیدا کر سکتی ہے - اسی طرح پر جبتک انسان میں کوئی بھی رگ دین و ایمان کی باقی ہے اسوقت تک قرآن کا ذکر اس کو حرکت دے سکتا ہے - مثال کے طور پر قرآن مجید فرماتا ہے ولو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون - سوائے انسان کے تمام مخلوقات کیا شجر کیا جماد اور کیا حیوان سب کے سب اپنے اپنے اسلام پر قائم ہیں - چنانچہ ہر ایک شئے اور ہر ایک حیوان اپنی اپنی فطرت کے تقاضاؤں اور قاعدوں پر عمل کیا ہے کوئی حکم الٰہی سے باہر نہیں یہی ان کا اسلام ہے - ایسا ہی پہاڑ جو ظاہر اور دیکھنے میں نہایت سخت ہیں مگر حکم خدا سے ذرہ برابر باہر نہیں پس جو تعلیم اور قانون انسان کے واسطے قرآن مجید پیش کرتا ہے اگر وہی پہاڑوں پر اوتارا جاتے تو وہ خوف خدا سے ہر وقت لرزتے ہوئے نظر آتے کیونکہ پورے فرمانبردار ہیں اور قرآنی تعلیم کا لب لباب بھی یہی ہے کہ اس کا محکوم ربّ عالم کے جاہ و جلال سے ہر وقت ہراسان و ترسان رہے پر اے انسان تو نہایت ہی سخت اور پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے جو قرآن کے ہوتے ہوئے بالکل خوف نہیں کھاتا ذرہ بھر نہیں کانپتا - بلکہ بے باک زندگی بسر کر رہا ہے یہ تمثیلات غور و فکر کے واسطے ہیں پر بہت ہی کم ہیں جو سمجھتے ہیں کیسے مبارک ہیں وہ لوگ جو خدا سے ڈرتے - اللہ تعالیٰ اُنکی ہدایت حمایت اور مغفرت کے وعدہ فرماتا ہے اُن کے رزق عزت اور مشکلات کا کفیل بنتا ہے چنانچہ وہ خود فرماتا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون - تحقیق اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی اور محسن ہیں انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم ۵ (اے محمد تیرے سمجھانے سے وہی سمجھ سکتا ہے جو نصیحت پر عمل کرے۔

اور ور پردہ رحمٰن سے ڈرتا ہو پس ایسے شخص کو مغفرت اور اجر عظیم کی خوشخبری سنا دے ولو ان اھل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض - اگر بستیوں کے لوگ خدا کو مانتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر برکتوں کے دروازے آسمانوں سے اور زمین سے کھول دیتے۔ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ ان العاقبۃ للمتقین - تحقیق آخر فلاح کیواسطے ہے - ھٰذا بیان للناس وھدی وموعظۃ للمتقین یہ قرآن لوگوں کے واسطے ایک بیان اور خدا ترسوں کے واسطے ہدایت نصیحت ہے پس اے پاک بندو خدا سے ڈرو - اسی سے خدا کی رحمت ملے گی - اسی سے خدا کی نصیحتیں تمہارے دلوں میں گھر کرینگی اسی سے آسمانی اور زمینی برکتوں کے دروازے تم پر کھلجائیں گے - اسی سے تمہاری تمام مشکلات حل ہونگی - اسی سے تمہارے تمام خوف دور ہونگے اسی سے تمہاری عزت دولت دنیا میں بڑھے گی اور اسی سے آخرت میں - اسی سے خداوند عالم تمہارا حامی و مددگار اور غمگسار بن جائیگا اسی سے تم خدا کے پیارے اور ولی اللہ بنوگے - اسی سے تمہاری نسلیں زمین میں پھیلینگی عروج پائیں گی اور زمین کی وارث بنینگی بلکہ شریروں کی نسلیں تمہارے مقابلہ پر ذلیل و خوار اور ہلاک کر بجائینگی - اسی سے تم خدا کی برکات اور امتیازی آیات حاصل کروگے اسی سے تمہاری بہشتی زندگی اس دنیا میں شروع ہوکر تا ابد رہیگی - یہی وعدے اور فرمان تمام آسمانی کتب کے ہیں یہی توریت و انجیل کے اور یہی فرقان کے قرآن مجید کے وعدوں اور فرمانوں کی نسبت کچھ تو سُن چکے کچھ اور سن لو ومن یتق اللہ یجعل لہٗ من امرہ یسرا جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اپنے حکم سے اُس کے واسطے ہر بات میں آسانی کردیتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے واسطے مخلصی کے رستے بنا دیتا اور ایسے ایسے طریق سے رزق پہنچاتا ہے کہ وہ گمان نہیں کرسکتا - یا ایھا الذین اٰمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیئاتکم ویغفر لکم واللہ ذو الفضل العظیم اے مومنو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو وہ تمہارے واسطے فرقان پیدا کرے گا - تمہاری بدیوں کو دور کرے گا اور تمہیں اور تمہارے گناہوں کو بخشے گا - کیونکہ اللہ بڑے فضل والا ہے - فرقان کے معنے ہیں علیحدگی سا امتیاز اور فیصلہ - پس آیت شریف کا یہ مطلب ہوا کہ اے مومنو اگر تم متقی بنوگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ذات میں ایسے ایسے نشانات برکتیں اور کراماتیں دکھلائیگا جو تمکو اور لوگوں سے علیحدہ کر دکھائینگے اور تم صاف طور پر خاصانِ خدا نظر آؤگے اور نیز تم میں نیکی بدی کے امتیاز کے واسطے قوت فیصلہ پیدا ہوجاوے گی گویا کہ جیسے قرآن مجید تمام کتب ہائے سماوی میں بالاتر اور حق و باطل میں صاف جدائی کرنیوالا ہے ویسے ہی تم بھی ہوجاؤگے تمہاری کراماتیں تمکو اوروں سے علیحدہ کردینگی اور تمہاری قوت فیصلہ تمام حق و باطل میں صاف امتیاز کریگی اور تم دیکھوگے کہ اللہ کریم کے کتنے بڑے فضل و کرم ہیں ان اللہ یحب المتقین - تحقیق اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے - الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین اٰمنوا وکانوا یتقون - آگاہ ہوکہ اولیاء اللہ کو نہ تو کچھ خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمناک ہوتے ہیں وہ وہی تو ہیں جو خدا کو مانتے اور اُس سے ڈرتے ہیں ولمن خاف مقام ربہ جنتان جو اپنے رب کے جلال سے ڈرتا ہے اُس کے واسطے دو بہشت ہیں واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوٰی فان الجنۃ ھی الماوٰی پس جو شخص اپنے رب کے جلال سے ڈرتا اور اپنے نفس کو ہواؤ ہوس سے روکتا ہے اسکا دار القرار جنت ہے من خشی الرحمٰن بالغیب وجاء بقلب منیب ادخلوھا بسلٰم ذالک یوم الخلود لھم ما یشاءون فیھا ولدینا مزید جو در پردہ رحمٰن سے ڈرتا اور توبہ کرنیوالے دل کے ساتھ حاضر ہوتا ہے اُس کی نسبت کہا جائیگا کہ اُسکو سلامتی کیساتھ بہشت میں داخل کرو - یہ ہمیشگی کا دن ہے اُن کے واسطے یہاں پر جو کچھ چاہیں حاضر ہے اور ہمارے پاس اور بڑھ کر ہے یعنی وہ نعمتیں اور راحتیں موجود ہیں جنکا وہ خیال نہیں کرسکتے۔

۳- تقوٰے ہی ایک ایسا محافظ ہے جو انسان کو بد ارادوں اور بد عملیوں کے وقت فوراً متنبہ کر دیتا اور ضلالت سے بچالیتا ہے۔

جب انسان علیحدگی یا خود مختاری کے وقت کوئی بُرا ارادہ کرتا اور اس کی تکمیل کے واسطے تدابیر سوچتا ہے اس وقت کونسا اتالیق یا اُستاد ہے جو انسان کو ڈراسمجھا کر بدی سے بچا سکے ایسی حالت میں سوائے خوف الٰہی کے اور کوئی واعظ یا معلم نہیں ہوسکتا - ہر ایک بد عادت عموماً اس طرح پر قایم ہوتی ہے کہ شروع میں خفیہ طور پر اس کا ارادہ ہوتا مگر نور قلب اوس کو دھمکاتا اور منع کرتا ہے۔ بد تعلیموں اور بد صحبتوں سے یہ ارادہ بار بار اوٹھتا اور نور قلب کا مقابلہ کرتا ہے ہوتے ہوتے نیم دلی اور کمزوری کی تدابیر شروع ہوجاتی ہیں اس کشمکش میں نور قلب کمزور ہوتا جاتا اور بُرا ارادہ زور پکڑتا جاتا ہے - حتیٰ کہ اوس کی تکمیل میں کچھ تدبیر کر بیٹھتا ہے - مگر پہلی تدبیر کے بعد عموماً انسان پچھتاتا اور توبہ کرتا ہے۔ بُری صحبتیں اور نفسانی جذبات پھر شیطان بنکر اُس کی طبیعت کو بغاوت کی طرف لے جاتے ہیں یہانتک کہ آخر کار نور قلب کے صاف سرکشی کر بیٹھتا اور گناہ کا مرتکب ہوتا ہے - گو بہت سے خطرات پیش آتے ہیں ایک دفعہ کے ارتکاب کے بعد سخت ندامت ہوتی اور خوف غالب ہوتا ہے خوش نصیب ہے وہ جو اب بھی سنبھل جائے اور آیندہ کو باز آجائے ایک دفعہ کی بغاوت آیندہ کے واسطے اندرونی خوف اور فہمائیش کو کسیقدر کمزور کردیتی ہے اور اصلاح پر آنا مشکل ہوجاتا ہے اسی طرح جب دوبارہ وہی فعل کر بیٹھتا ہے تب یہ نور قلب اور بھی ناقص ہوجاتا ہے آخر کار خوف اور حیا کی جگہ طغیان اور بیحیائی غالب ہوجاتی ہیں جو تمام بدکاریوں کی بنیاد ہیں۔

متقی لوگوں میں فطرتی خوف و حیا اس قدر زور پر ہوتی ہیں کہ ارادہ کے ساتھ ہی اُنکا دل تھرتھرانا شروع ہوجاتا اور ارتکاب سے بچ جاتے ہیں اس اندرونی طاقت کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون - تحقیق جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں جب ان کو شیطانی وسوسہ چھوتا ہے تب وہ متنبہ ہوجاتے اور فوراً دیکھنے لگتے ہیں - مبارک ہیں وہ لوگ جو شیطانی وسوسہ کے مساس کے ساتھ ہی آگاہ ہوجائیں اور بد ارادہ سے باز آجائیں یہی لوگ ہیں جو ہر قسم کی شرارت سے بچ سکتے اور اللہ کی خاص رحمت کے نیچے آجاتے ہیں - یہ خدا کے واسطے اور خدا انکے واسطے ہوجاتا ہے۔

۴- بدی سے فطرتی تقویٰ زائل ہوجاتا اور نیکی سے ترقی پکڑتا ہے - چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ذالکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون - اللہ تعالیٰ تمکو اس قرآن سے نصیحتیں کرتا ہے - تاکہ تم متقی بنے رہو یا بچاو یعنی اس قرآن کی تعلیم سے تین قسم کے نتایج پیدا ہوتے ہیں - اوّل تو جن لوگوں میں تقوےٰ باقی ہے اُن کو اسپر قایم رکھتا ہے اور ترقیات غیر محدود بخشتا ہے - دویم جن لوگوں میں یہ روح

زایل ہوچکی اُن کو از سرِنو زندہ کرکے خدا ترس بناتا ہے۔ سویمؔ جو لوگ شدت کفر اور طغیان سے بالکل مردار ہوچکے اُنپر محض حجّت قطع کرتا ہے جیساکہ بارش سے موجودہ نباتات پرورش پاتے اور بڑھتے ہیں اور جو تخم خشک ہوکر مردہ کی مثال ہوگئے تھے وہ زندہ ہوجاتے ہیں پھر وہ بھی پرورش پاکر ترقی کرتے ہیں پر جو تخم مردار ہوکر فاسد ہوچکے اُنکو بارش سے کچھہ فایدہ نہیں ہوتا۔

کیا باوا نانک تناسخ کا قایل تھا؟

بعض کا یہہ اعتراض ہے کہ باوا نانک صاحب گرنتھہ میں تناسخ کے قایل ہیں پھر کیونکر ان کا مذہب اسلام ہوسکتا ہے سو واضح ہوکہ ہمیں باوا صاحب کے کلمات کا بخوبی علم ہے اور ہمنے قریباً تیس برس تک یہہ شغل رکھا ہے باوا صاحب اُس تناسخ کے ہرگز قایل نہیں جس کے آریہ قایل ہیں۔ جیساکہ وہ آپ فرماتے ہیں۔

اول اللہ نور اُپایا قدرت کے سب بندے اکنور سے سب جگ اُپجا کون بھلے کون مندے یعنے خدا نے پہلے نور پیدا کیا اور پھر اُسی نور سے تمام دُنیا کو پیدا کیا پس یہہ تفرقہ کیونکر ہوکہ پیدائش کی رُو سے کوئی بھلا اور کوئی بُرا ہے یعنے یہہ کہنا کہ کوئی جزا کے طور پر پیدا ہوا اور کوئی سزا کے طور پر یہہ سراسر غلطی ہے کیونکہ سب نور سے پیدا ہوئے ہیں یہ شعر باوا صاحب کا اواگون یعنے تناسخ کے رد میں ہے کیونکہ تناسخ میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ نیک عمل والوں کو اچھا جنم ملا اور بد عملوں والوں کو بُرا جنم ملا لیکن حق بات یہہ ہے جو باوا صاحب نے فرمائی کہ روحوں میں پیدائش کی رُو سے نیک بد کی تقسیم نہیں ہوسکتی ہاں اعلیٰ اور ادنیٰ کی تقسیم ہوسکتی ہے جیسے مثلاً کپڑے ایک ہی رنگ سے رنگے جائیں کوئی ہلکا رنگ اور کوئی بہت شوخ تو یہ غلطی ہوگی کہ رنگ کے لحاظ سے انمیں وہ مقابلہ ثابت کریں جو ضدوں میں ہوتا ہے لیکن مراتب کے لحاظ سے اونمیں باہم تفاوت ہوسکتا ہے یعنی ایک بہت شوخ رنگ ہے، اور ایک کم اور ایک اُس سے کم یہاں تک کہ ایک اُس ادنیٰ مرتبہ پر ہے جس نے رنگ میں سے بہت ہی کم حصّہ لیا ہے سو ایسا شخص جو ربانی فیض کے رنگ سے کم حصّہ رکھتا ہے اسی کو قرآنی اصلاح میں شقی کہتے ہیں اور جس نے کامل حصّہ لیا اس کا نام سعید ہے خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں مخلوقات کو سعادت اور شقاوت کے دو حصوں پر تقسیم کردیا ہے مگر اون کو حُسن اور قبح کے دو حصوں پر تقسیم نہیں کیا اسمیں حکمت یہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ سے صادر ہوا اس کو بُرا تو نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اُس نے جو کچھہ بنایا وہ سب اچھا ہے۔ ہاں اچھوں میں مراتب ہیں پس جو شخص اچھا ہونیکے رنگ میں نہایت ہی کم حصّہ رکھتا ہے وہ حکمی طور پر بُرا ہے اور حقیقی طور پر کوئی بھی بُرا نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ میری مخلوق کو دیکھہ کیا تو اوسمیں کوئی بدی پاتا ہے سو کوئی تاریکی خدا تعالیٰ سے صادر نہیں ہوئی بلکہ جو نور سے دُور جا پڑا وہ مجازاً تاریکی کے حکم میں ہوگیا۔ باوا صاحب کے گرنتھہ میں اسکا بہت بیان ہے اور ہر یک بیان قرآن سے لیا گیا ہے مگر اس طرح نہیں کہ خشک تقلید کے لوگ لیتے ہیں بلکہ سچی باتوں کو سنکر باوا صاحب کی رُوح بول اوٹھی کہ یہہ سچ ہے پھر اس تحریک سے فطرت نے جوش مارا اور کسی پیرایہ میں بیان کردیا۔ غرض باوا صاحب تناسخ کے ہرگز قایل نہ تھے اور اگر قایل ہوتے تو ہرگز نہ کہتے کہ ہر یک چیز خدا سے پیدا ہوئی اور کوئی بھی چیز نہیں جو اُس کے نور سے پیدا نہیں ہوئی اور یاد رہے کہ باوا صاحب نے اپنے اس قول میں بھی قرآنی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہہ ہے اللہ نور السمٰوٰت والارض یعنی خدا ہی کے نور سے زمین وآسمان ... نکلے ہیں اور اوسی کے نور کے ساتھ قایم ہیں یہی مذہب حق ہے جس سے توحید کامل ہوتی ہے اور خداشناسی کے وسایل میں خلل نہیں ہوتا۔ مگر جو شخص کہتا ہے کہ خدا خالق نہیں وہ گویا یہ کہتا ہے کہ خدا نہیں کیونکہ عام عقلیں خدا کو خدا کے کاموں سے پہچانتی ہیں پھر اگر خدا ارواح اور ذرات عالم کا خالق نہیں تو وسایل معرفت مفقود ہوجائیں گے یا ناقص ہوکر بے فائدہ ٹھہر جائیں گے۔ لیکن جس نے خدا کو خالق الارواح ہونا مان لیا وہ تناسخ کے مسئلہ کو کسیطرح مان نہیں سکتا۔ کیونکہ جس خدا نے خالق ہونے کی حیثیت سے پہلی دُنیا کو کمی بیشی کیساتھ پیدا کیا یعنی کسیکو انسان بنایا کسی کو گھوڑا وغیرہ اور اوسوقت یعنے ابتدا میں گذشتہ اعمال کا وجود نہ تھا کیونکہ خود روحیں نہ تھیں تو پھر اعمال کہاں سے ہوتے تو اس صورت میں وہ خدا جو اپنے اختیار سے برابر مخلوقات میں کمی بیشی کرتا آیا اب کیونکر وہ اعمال کے سوا کمی بیشی نہیں کرسکتا لہٰذا جو لوگ تناسخ یعنی اواگون کو مانتے ہیں وہ جبتک تمام روحوں کو انادی اور غیر مخلوق قرار نہ دیں تب تک ممکن نہیں کہ تناسخ کا خیال بھی ان کے دلوں میں آسکے کیونکہ جبکہ اون کا یہ مذہب ہے کہ ہر یک روح اور ہر یک جسم مخلوق ہے تو اس صورت میں اونہوں نے مان لیا کہ کمی بیشی خدا کے ارادہ سے ہے نہ کہ کسی گذشتہ عمل کیوجہ سے تو تناسخ جاتا رہا اور یہ بھی یاد رہے کہ تناسخ ماننے والے کسی طرح موحد نہیں ہوسکتے کیونکہ اون کا تناسخ کا مسئلہ تبھی چلتا ہے جب ذرہ ذرہ کو قدیم اور غیر مخلوق اور انادی اور اپنے وجود کا آپ ہی خدا قرار دیدیں مگر کیا ایسا مذہب اس شخص کی طرف منسوب کرسکتے ہیں جو توحید کے دریا میں بڑے زور سے تیر رہا ہے اور کسی چیز کا وجود بجز وسیلہ قدرت کے خود بخود نہیں سمجھتا گیا وہ بزرگ جس کے چولے پر لکھا ہوا ہے کہ خدا تمام ارواح اور تمام موجودات کا خالق ہے۔ اس کی نسبت ایک سیکنڈ کے لئے بھی ہم گمان کرسکتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ اس گندے اعتقاد کو پسند کرتا تھا دوسری یہ کہ اواگون کے لئے شرط ہے کہ کسی کو کبھی جاودانی مکتی نہ ہو اور ہمیشہ خواہ نخواہ مقدس لوگ بھی جونوں میں پھنسے رہیں یہانتک کہ ایسا شخص بھی جو مثلاً ایک زمانہ میں ایک بڑا اوتار ہوچکا ہے اس اعتقاد کے رو سے ممکن ہے کہ وہ کسی دوسرے زمانہ میں اواگون کے چکر میں آکر نجاست کا کیڑا بن جائے اور یہ اعتقاد باوا نانک صاحب کا ہرگز نہیں بلکہ وہ جاودانی مکتی کے قایل ہیں اور اُن کا اعتقاد ایسا نہیں کہ پرمیشر ایک شخص کو قرب کی عزت دیکر اور اسی پر اس کی وفات کرکے پھر اوس کو ذلیل کرے۔ تیسری یہ کہ باوا صاحب اس بات کے قایل ہیں کہ خدا کریم اور رحیم ہے اور توبہ قبول کرنیوالا اور گناہ بخشنے والا اور پروردگار ہے اور یہ سب باتیں اواگون کے عقیدہ کے مخالف ہیں اور باوا صاحب نے صرف ان کو اپنے گرنتھہ میں ہی بیان نہیں کیا بلکہ چولا صاحب میں قرآنی آیات کے حوالہ سے بار بار لکھدیا ہے کہ خدا غفور اور رحیم اور توّاب اور اپنے بندوں کو بخشنے والا ہے اور ہم باوا صاحب کے گرنتھہ میں سے یہ مقامات نہ ایک جگہ بلکہ صدہا جگہ پیش کرسکتے ہیں اور تمام عقلمند جانتے ہیں اور آریوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ جو شخص یہ تینوں اسلامی عقیدے رکھتا ہو وہ ہرگز اواگون کا قایل نہیں ہوسکتا مگر اس صورت میں کہ دیوانہ یا پرلے درجہ کا جاہل ہو یہ بھی یاد رہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی بے ادبی نہیں ہوگی کہ نعوذ باللہ اواگون کو باوا صاحب کا عقیدہ ٹھہرا دیا جاوے کیونکہ خدا کو خالق مان کر اور نجات کو ابدی سمجھہ کر اور یہ اعتقاد رکھکر کہ خدا گنہ بخش دیتا ہے۔ پھر تناسخ کا قایل ہونا اُسی شخص کا کام ہے جو پرلے درجہ کا جاہل ہو جو اپنے کلام میں متناقض باتوں کو جمع کرے اور اسپر اطلاع نہ رکھے۔ اسیوقت گرنتھہ

ہمارے پاس موجود ہے اور نہ آج سے بلکہ تیس برس سے ہم باوا صاحب کے اصل عقائد کا پتہ لگانے کیلئے جہاں تک انسانی طاقت ہے خوض کر رہے ہیں اور ہماری کامل تحقیقات نے یہی فیصلہ دیا کہ باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سچے مسلمان اور ایسے صادق تھے کہ اسلام کے انوار حاصل کرنیکے لئے ساری زندگی بسر کر دی ہر ایک شخص اپنے مُنہ سے تو کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں مگر سچ تو یہ ہے کہ باوا صاحب جیسا نمونہ دکھلانا مشکل ہے وہ اُنہیں سے تھے جنکو خدا کا ہاتھ صاف کرتا رہا ہے۔ خدا اُن کو دُور سے کھینچ لایا اور پھر دُور تک آگے لے گیا۔ تیس برس کا عرصہ ہوا کہ مجھے صاف صاف مکاشفات کے ذریعہ سے اُن کے حالات دریافت ہوئے تھے اگر میں جزماً کہوں تو شائد غلطی ہو مگر میں نے اُسی زمانہ میں ایکدفعہ عالم کشف میں اُنسے ملاقات کی یا کوئی صورتیں تھیں جو ملاقات سے مشابہ تھیں چونکہ زمانہ بہت گذر گیا ہے۔ اِسلئے اصل صورت اُس کشف کی میرے ذہن سے فرو ہو گئی ہے۔ غرض باوا صاحب تناسخ کے قائل ہرگز نہیں تھے اور کوئی اس بات سے دھوکا نہ کہا دے کہ اُن کے بعض اشعار میں ایسے اشارات پائے جاتے ہیں کیونکہ اگر فرض کے طور پر چند اشعار پائے جائیں جنکی ہم تاویل نہ کرسکیں تو پھر ہم ان کے ان بہت سے اشعار کو جو قریباً ان کا سارا گرنتھ ہے کہاں پھینکدیں جو تناسخ کے اصولوں سے مخالف ہیں اس لئے یا تو ہم ان کی تاویل کرینگے اور یا الحاقی ماننا پڑیگا۔ کیونکہ بزرگوں کی کلام میں تناقض روا نہیں ہے ہمنے بہت دیکھا ہے اور تحقیق سے یہ فیصلہ لکھا ہی چاہیئے کہ کوئی جلدی سے انکار نہ کرے یہی سچ ہے اور ماننا پڑیگا۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ صوفی لوگ اسی زندگی میں ایک قسم کے اواگون کے قائل ہیں اور ہر ایک آن کو وہ ایک عالم سمجھتے ہیں اور نیز کہتے ہیں کہ انسان جب تک کمال تک نہیں پہنچتا وہ طرح طرح کے حیوانوں سے مشابہ ہوتا ہے اسی لئے اہل کشف کبھی انسان کو کتے کی صورت میں دیکھتے ہیں اور پھر دوسرے وقت میں بیل کی صورت پر اس کو پاتے ہیں ایسا ہی صدہا صورتیں بدلتی رہتی ہیں اور مدت کے بعد انسان بنتا ہے تب جنموں کی پھانسے ٹوٹتی ہے

پس کیا تعجب کہ باوا صاحب
کی بھی یہی مراد ہو ورنہ
آریوں کے تناسخ
سے باوا صاحب
صریح منکر (حضرت مسیح موعود)
ہیں۔

دربارِ شام

۵۔جولائی ۱۹۰۳ء

اپنے الفاظ میں

احمدی کون ہے

حضور علیہ السلام معمول کے موافق شہ نشین پر جلوس فرما ہوئے اور ذیل کی تقریر فرمائی:

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جماعت میں چندہ دینے والے بہت تھوڑے ہیں آئے دن صدہا آدمی بیعت کر کے چلے جاتے ہیں لیکن دریافت کرنے پر بہت ہی کم تعداد ایسے اشخاص کی ہے جو متواتر ماہ بماہ چندہ دیتے ہیں جو شخص اپنی حیثیت و توفیق کے موافق اس سلسلہ کی چند پیسوں سے امداد نہیں کرتا اس سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے اور اس سلسلہ کو اُس کے وجود سے کیا فائدہ ایک معمولی انسان بھی خواہ کتنی ہی شکستہ حالت کا کیوں نہ ہو جب بازار جاتا ہے تو اپنی قدر کے موافق اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے کچھ نہ کچھ لاتا ہے تو پھر کیا یہ سلسلہ جو اپنی عظیم الشان اغراض کے لئے اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے اس لائق بھی نہیں کہ وہ اُس کے لئے چند پیسے بھی قربان کر سکے دنیا میں آجکل کونسا سلسلہ ہوا ہے یا ہے جو خواہ دنیوی حیثیت سے ہے یا دینی بغیر مال چل سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں ہر ایک کام اس لئے کہ عالم اسباب میں ہے اسباب سے ہی چلایا جاتا ہے پر کس قدر بخیل و ممسک وہ شخص ہے کہ جو ایسے عالی مقصد کے کامیابی کے لئے ادنیٰ چیز مثل چند پیسے خرچ نہیں کر سکتا ایک وہ زمانہ تھا کہ الٰہی دین پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ و بکری کی طرح نثار کرتے تھے مالوں کا تو کیا ذکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سے زیادہ دفعہ اپنا کل گھر بار نثار کیا حتیٰ کہ سوئی تک کو بھی گھر میں نہ رکھا اور ایسا ہی حضرت عمر رضؓ نے اپنی بساط و انشراح کے موافق اور عثمان رضؓ نے اپنی طاقت و حیثیت کے موافق علیٰ ہٰذا القیاس علیٰ قدر مراتب تمام صحابہ اپنی جانوں اور مالوں سمیت اس دین الٰہی پر قربان کرنیکے لئے طیار ہو گئے ایک وہ ہیں کہ بیعت تو کر جاتے ہیں اور اقرار بھی کر جاتے ہیں کہ ہم دنیا پر دین کو مقدم کریں گے مگر مدد و امداد کے موقع پر اپنے جیبوں کو دبا کر پکڑ رکھتے ہیں بھلا ایسی محبت دُنیا سے کوئی دینی مقصد پا سکتا ہے اور کیا ایسے لوگوں کا وجود کچھ بھی نفع رساں ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون جبتک تم اپنے عزیز ترین اشیاء اللہ جلشانہ کے راہ میں خرچ نہ کرو تب تک تم نیکی کو نہیں پا سکتے اسوقت ہماری جماعت قریباً تین لاکھ کے ہے اگر ایک ایک پیسہ ہی اس سلسلہ کی امداد مثل لنگر و مدرسہ وغیرہ امداد میں دیں تو لاکھوں پیسے ہو سکتے ہیں قطرہ قطرہ بہم شود دریا ایک ایک بوند پانی سے دریا بن جاتا ہے تو کیا ایک ایک پیسہ سے ہزارہا روپیہ نہیں بن سکتا اور کیا سلسلہ کے ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں اگر ایک شخص چار روٹیاں کہاتا ہے آدھی بھی اگر دو روٹی بچا لے تو بھی اس عہد سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

البتہ یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ اکثر لوگوں کو اب تک کہا بھی نہیں جاتا کہ ہمارے سلسلہ کے لئے کسی چندہ کی ضرورت بھی بہت سے لوگ دور دور سے بیعت کر کے جاتے ہیں اگر اُن کو کہا جاوے تو ضرور وہ چندہ دیویں مگر ترغیب دینا ضروری ہے پس میں تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتا ہوا کہ اپنے بھائیوں کو چندہ سے باخبر کرو اور ہر ایک کمزور بھائی کو بھی چندہ میں شامل کرو یہہ موقع ہاتھ آنیکا نہیں کیسا یہہ زمانہ برکت کا ہے کہ کسی سے جانیں مانگی نہیں جاتیں اور یہ زمانہ جانوں کے دینے کا نہیں بلکہ فقط مالوں کے بقدر استطاعت خرچ کرنے کا ہے اس لئے ہر ایک شخص تھوڑا تھوڑا جو وہ لنگر اور مدرسہ اور دیگر ضروری مدّوں میں دے سکتا ہے دے۔ وہ آدمی جو تھوڑا تھوڑا چندہ دے مگر باقاعدہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ دے مگر گاہے ذرہ ساللہ ناظرین الحکم خوب جانتے ہونگے کہ کتنی دفعہ چندہ کے لئے لکھا گیا اور کسقدر زور دار الفاظ میں حضرت اقدس علیہ السلام نے یا حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب و حضرت مولوی عبدالکریم صاحب و دیگر اصحاب مثل میاں شیخ عبدالرحمٰن صاحب وغیرہ نے وقتاً فوقتاً الحکم کے ذریعہ برادران کو آگاہ کیا اب ہر ایک احمدی بھائی کا فرض ہے سلسلہ کی روز افزوں اخراجات کا خیال کر کے حتی الوسع امداد دینے میں خود کوشش کرے اور دوسروں کو ترغیب دے چاہیئے کہ کوئی احمدی مرد ہو یا عورت امدادی چندہ سے محروم نہ رہے خواہ ایک پیسہ ہی کیوں نہ ہو۔ بکوشید اے جوانان تا بدیں قوت شود پیدا۔ بہار و رونق اندر

حضرت مرزا صاحب کی محبّت کا اثر

دنیا میں جب غور کرتے ہیں اور تاریخ عالم کی ورق گردانی کرتے ہیں تو یہ امر بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ ایسے جو فروش گندم نما مکار اور متفنی آدمی بہت ہوئے ہیں کہ بظاہر عمدہ عمدہ تعلیم پیش کرتے اور مذہب بھی اپنا راستبازوں کا مذہب ظاہر کرتے رہے ہیں اور اُنکی ظاہری دعاوی کو دیکھکر لوگ اون کے گرویدہ بھی ہو جاتے رہے ہیں لیکن انمیں وہ صداقت اور نُور نہیں ہوتا تھا جو مردہ دلوں کو تازگی اور راحت بخشتا ہو جس سے انسان صراط مستقیم پر چلکر ابدی زندگی کا وارث ہو سکے بلکہ اُن کے اعمال خلاف شرح ہوتے ہیں مگر اس امام ہمام کی تعلیم اس قسم کی چوڑی چیڑی نہیں بلکہ فی الحقیقت وہ اُس نور سے مملو ہے جو راستبازوں اور خدا کے مرسلوں کو آسمان سے عطا ہوتا ہے اور جس کا پرتوہ آسپاس کے لوگوں اور ارادتمندوں پر پڑکر ایک عجیب اثر ڈالتا ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اون کے طبائع میں فطرتاً گناہوں سے نفرت اور بد افعال سے کنارہ کشی اُن کی عادت ہو جاتی ہے مگر صرف اُنہی لوگوں پر اس نُور کا اثر پڑتا ہے جو فطرت قابلہ رکھتے ہوں اور بغیر فطرت قابلہ کے وہ کسی طرح سے نور کے پرتوہ سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہم اس جسمانی دُنیا میں دیکھتے ہیں کہ آفتاب ایک بڑا نیر روشن اجرام سماویہ میں سے ہے اس کی روشنی اور اس کے شعاعوں سے وہی آنکھیں مستفید ہو سکتی ہیں جو فطرتاً بینائی کا مادہ رکھتی ہوں۔ مثلاً اگر کوئی مادرزاد اندھا کہے کہ مجھے تو آفتاب کی روشنی سے کچھ نور نہیں ملتا میں کیونکر جانوں کہ آفتاب روشن ہے تو اس کا یہ بات کہنا اُس کی حماقت کی دلیل ہو گی۔ کیونکہ جب اس کی آنکھوں میں روشنی قبول کرنے کا مادہ ہی نہیں تو آفتاب کا کیا قصور ہے وہ تو تمام عالم کو یکساں اپنی شعاعوں سے منور کر رہا ہے۔ جب خود ہی کسی کی آنکھیں نہ ہوں یا اگر ہوں تو اپنی کوٹھڑی کا دروازہ بند کرکے یا کسی تنگ و تاریک غار میں چھپکر بیٹھے تو آفتاب کا اسمیں کیا قصور ہے اسی طرح جو لوگ روحانی نور کے حاصل کرنیکی فطرت قابلہ نہیں رکھتے اور اگر رکھتے ہیں تو دل پر اُس نور کے انوار سے مستفیض ہونا نہیں چاہتے وہ کیونکر روحانی انوار سے بہرہ یاب ہو سکتے ہیں سنت اللہ تو کسی صورت میں بدل نہیں سکتی ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا اس کی شاہد ناطق ہے پس ہر حالت میں فطرۃ قابلہ کا ہونا شرط ہے۔ بعض ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ ایسے بزرگ کی صحبت میں مدتوں رہتے مگر اُنکے اخلاق میں بہت تھوڑی تبدیلی ہوتی ہے سو اس کی وجہ یہی ہے کہ جیسے اس قانون قدرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک گیلی لکڑی جو خشک نہیں ہوتی بلکہ سخت گیلی ہوتی ہے یا ایسی لکڑی جسمیں مٹی اس کثرت سے بھری ہوئی ہے کہ آگ کا اثر جلد قبول نہیں کر سکتی بلکہ بڑی دیر کے بعد جاکر آگ کا اثر قبول کرتی ہے اسی طرح اس روحانی قانون میں یہی عادت جاری ہے کہ جو مستعد اور غریب دل لے کر بزرگ امام کے پاس آتے ہیں تو جلد تر باطنی نور سے منوّر ہو جاتے ہیں اور اُس نور کی جھلک صرف اُس کے اخلاق تک ہی محدود نہیں ہوتی بلکہ اُس کے تمام جوارح اور اعضاء سے بھی نور کی جھلک نمودار ہوتی ہے لیکن جو لوگ گیلی لکڑی کی طرح سخت ضعیف الایمان یا مٹی خوردہ لکڑی کی طرح ان کے اخلاق فاضلہ تکبر حلی یا خفی یا کسی اور پوشیدہ یا ظاہر امعاصی سے دب کر اُن کی رُوح نیم مردہ سا ہو گئی ہو وہ مدت مدید کے بعد اُس بزرگ کی صحبت میں رہ کر آہستہ آہستہ پاک ہو سکتے ہیں اور انکے روحانی جذام کے دفعیہ کے لیئے جو مدتوں کی بد اخلاقیوں اور بد اطواریوں کے گندے مادہ سے متعفن ہو کر اور پھوٹ کر بہنے لگتا ہے۔ ان کے لئے بزرگ امام کی انفاس طیبہ اور دعائے سحرگانہ مرہم کا کام دیتی ہیں اور اس طرح سے ردی اور بدبودار مواد رفتہ رفتہ خشک ہوتے جاتے ہیں اور اگر صبر اور تحمل سے اس امام برحق کے گردو جوار میں مقیم رہیں تو ضرور بر ضرور اُن کے امراض مہلکہ یک قلم موقوف ہو جائیں اور وہ اس طرح دکھلائی دیں کہ گویا انمیں کوئی مرض بھی نہیں تھی یہ باتیں کوئی خیالی اور قیاسی نہیں بلکہ ہمارا ذاتی مشاہدہ ہے کہ خواہ کیسے ہی روحانی امراض میں لوگ گرفتار ہوں اگر وہ پاک اخلاص لیکر اس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں رہیں تو وہ اپنے اعتقاد اور اخلاص کے بموجب ان امراض سے جلد یا دیر میں نجات پا جاتے ہیں۔ سینکڑوں نظیریں موجود ہیں لوگ خود حضرت اقدس کے مرید ہیں میری اس بات کی تصدیق ہر جگہ مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم بھی کسیقدر ظاہر کرتے ہیں کہ لوگوں پر اس وقت تک حضرت اقدس کی صحبت کا کیا اثر ہوا ہے کان کھول کر سنو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ گناہوں سے متنفر ہوتے جاتے ہیں۔ نیکیوں کی طرف زیادہ مائل ہوتے جاتے ہیں تمام بد عادات کو چھوڑکر بجائے اون کے عمدہ اور پسندیدہ عادات اختیار کرتے جاتے ہیں کینہ اور بغض اور حسد کو دلوں سے دور کرکے باہمی محبت و الفت و یگانگت پیدا کرتے جاتے ہیں خدا اور رسُول کی محبت اون کے رگ و ریشہ میں سرائیت کر رہی ہے عبادات میں ان کو لذت اور سرور ہونے لگا ہے اُن کے چہروں سے رشد اور سعادت کے آثار نمودار ہیں وہ اپنے جان و مال کو خدا اور رسُول کے رستہ پر نثار کرنے کو ہر وقت طیار ہیں بخل اور پست فطرتی اُن کے اندر سے مفقود ہو رہی ہے حق اللہ و حق العباد کی پاسداری گویا اون کے مزاجوں کا خمیر بن رہی ہے ہمدردی بنی نوع کو وہ رضائے الہی کا باعث سمجھتے ہیں اور اپنے محسنوں کے احسانوں کی بڑی قدر کرتے اور گورنمنٹ وقت کی فرمانبرداری کو جو اون کے جان و مال اور مذہب کی محافظ ہے اپنے لئے فخر اور عزّت کا موجب سمجھتے ہیں انکو قرآن حمید سے ایک خاص عشق اور حدیث رسُول سے ایک بڑا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے اُن کے دل گناہوں اور دُنیا کی آلودگی سے پاک اور صاف ہو کر اس کے لیئے مکاشفات و رویا صادقہ و الہامات کا دروازہ کھلتا جاتا ہے اور خداوند تعالیٰ سے ایک خاص تعلق پیدا ہوتا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اس دنیاء دنی کے تعلقات اور رسم و رواج غیر مسنون کے تعلقات کو توڑنے لگ گئے ہیں غرض ہر طرح سے ان لوگوں کے بشروں سے نور کے آثار بین طور سے ظاہر و باہر ہیں اور دیگر لوگوں سے جو ابتک اس امام برحق کے عتبہ عالیہ سے دور ہیں ان کے ہر فعل و قول اور اون کے تمام حرکات و سکنات میں ایک کھلا کھلا امتیاز اور بین فرق پاؤگے۔

ریویو

شاہ مظفر الدین قاچار

منشی محبوب عالم صاحب اڈیٹر پیسہ اخبار لاہور نے زمانہ موجودہ کے نامور اشخاص کے تذکرات کے سلسلہ میں شاہ ایران کے حالات

ئ کئے ہیں اور موقع بموقع مختلف طرز وضع ساوریں بھی دی ہیں۔ مثلاً عالم شہزادگی وزمانہ ، وغیرہ وغیرہ ایام کی۔ شاہ ناصرالدین قاچار ن شاہ کے قاتل کی بھی تصویر دی ہے شاہ کے دستخط کا نمونہ بھی دیا گیا ہے غرض باالاختصا ردری حالات مندرج ہیں کتاب کی ضخامت اوپر سو صفحہ ہے۔ اس کتاب کے طیار کرنے وا قعی منشی صاحب موصوف نے معمول سے دہ محنت کی ہے اور اردو دان پبلک پر ۔ ی ہے کہ ایسے اشخاص کی قدر کریں اور اس ب کی خرید میں مدد دیں۔

فاطمہ علیہ خانم

لمہ علیہ خانم قسطنطنیہ کے مشہور جودت ا مرحوم کی بیٹی ہیں جنہوں نے سلطنت عثمانیہ ، اپنی تبحر علم کے سبب بہت ناموری پیدا کی ہے خاتون نامور مدحت افندی کے ارشد تلامذہ ے ہیں اور اس استاد کو اپنی نیک و لائق اگرد سے اسقدر انس و محبت ہے کہ اُس کے لات زندگی خود لکھکر آپ نے اس خاتون ، نام پر یہ کئے ہیں یہ کتاب در اصل ترکی زبان ں تھی۔ مگر منشی صاحب نے اس کو اردو زبان ں ترجمہ کر دیا ہے۔ اگرچہ یہ کتاب اس قابل ہے نہیں کہ اسے سوانح کہا جائے۔ مگر تاہم ستورات کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

کتاب بھی کم و بیش ۱۰۰ صفحہ کی ہے اور عمدہ اغذ پر چھپی ہے۔ کارخانہ پیسہ اخبار سے ملسکتی ہے

اطاعت خالق و ہمدردی مخلوق

خالق کی اطاعت اس طرح سے کہ اسکی عزّت وجلال اور یگانگت ظاہر کرنے کے لئے بیعزّتی اور ذلّت قبول کرنے کے لئے مستعد ہو اور اُس کی واحدانیت کا نام زندہ کرنے کے لئے ہزاروں موتوں کے قبول کرنے کے لئے طیار ہو اور اُس کی فرمانبرداری میں ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو بخوشی خاطر کاٹ سکے اور اُس کے احکام کی عظمت کا پیار اور اس کی رضا جوئی کی پیاس گناہ سے ایسی نفرت دلاوے کہ گویا وہ کہا جانیوالی ایک آگ ہے یا ہلاک کرنیوالی ایک زہر ہے یا بھسم کر دینیوالی ایک تجلّی ہے جس سے اپنی تمام قوتوں کیساتھ بھاگنا چاہے۔ غرض اوس کی مرضی ماننے کے لئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دے اور اُس کے پیوند کے لئے جانکاہ زخموں سے مجروح ہونا قبول کرلے اور اس کے تعلق کا ثبوت دینے کے لئے سب نفسانی تعلقات توڑ دے۔ اور خلق اللہ کی خدمت اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طرق کی راہ سے قسام ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے ان تمام امور میں محض لِلّٰہ اپنی حقیقی اور بیغرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے انکو نفع پہنچاوے اور ہر ایک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور اون کی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کے لئے زور لگاوے

مگر یہ للّٰہی وقف محض اُس صورت میں اسم بامسمی ہوگی کہ جب تمام اعضاء للّٰہی طاعت کے رنگ سے ایسے رنگ پذیر ہو جائیں کہ گویا وہ ایک الٰہی آلہ ہیں جن کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً افعال الٰہیہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یا ایک مصفّا آئینہ ہیں جس میں تمام مرضیات الٰہیہ بصفائی تام عکسی طور پر ظہور پکڑتی رہتی ہیں۔ اور جب اس درجہ کاملہ پر للّٰہی طاعات وخدمات پہنچ جائیں تو اس صبغۃ اللہ کی برکت سے ایسے وصف کے انسان کی قوے اور جوارح کی نسبت وحدت شہودی کے طور پر یہ کہنا صحیح ہوتا ہے کہ مثلاً یہ آنکھیں خدا تعالیٰ کی آنکھیں اور یہ زبان خدا تعالیٰ کی زبان اور یہ ہاتھ خدا تعالیٰ کے ہاتھ اور یہ کان خدا تعالیٰ کے کان اور یہ پاؤں خدا تعالیٰ کے پاؤں ہیں۔ کیونکہ وہ تمام اعضاء اور قوتیں للّٰہی راہوں میں خدا تعالیٰ کے ارادوں سے پُر ہوکر اور اوس کی خواہشوں کی تصویر بنکر اس لائق ہو جاتے ہیں کہ اون کو اُسی کا روپ کہا جاوے وجہ یہ کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء پورے طور پر اس کی مرضی اور ارادہ کے تابع ہوتے ہیں ایسا ہی کامل انسان اُس درجہ پر پہنچکر خدا تعالیٰ کی مرضیات وارادت سے موافقت تامہ پیدا کر لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور وحدانیت اور مالکیت اور معبودیت اور اس کی ہر ایک مرضی اور خواہش کی بات ایسی ہی۔ اُس کو پیاری معلوم ہوتی ہے کہ جیسی خود خدا تعالیٰ کو۔ سو یہ عظیم الشان للّٰہی طاعت وخدمت جو پیار اور محبت سے ملی ہوئی اور خلوص اور حقیقت تامہ سے بھری ہوئی ہے یہی اسلام اور اسلام کی حقیقت اور اسلام کا لب لباب ہے جو نفس اور خلق اور ہوا اور ارادہ سے موت حاصل کرنیکے بعد ملتا ہے۔

سچا طالب

واضح ہو کہ جب کوئی اپنے مولا کا سچا طالب کامل طور پر اسلام پر قائم ہو جائے اور نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے بلکہ طبعی طور پر خدا تعالیٰ کی راہوں میں ہر ایک قوت اُس کے کام میں لگ جاوے تو آخری نتیجہ اُس کی اس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی الٰہیت کے اعلیٰ تجلّیات تمام حجب سے مبرّا ہو کر اُس کی طرف رخ کرتے ہیں اور طرح طرح کے برکات اس پر نازل ہوتے ہیں اور وہ احکام اور وہ عقائد جو محض ایمان اور سماع کے طور پر قبول کئے گئے تھے اب بذریعہ مکاشفات صحیحہ اور الہامات یقینیہ قطعیہ مشہود اور محسوس طور پر کھولے جاتے ہیں اور مغلقات شرع و دین کے اور اسرار سربستہ ملت حنیفیہ کے اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ملکوت الٰہی کا اسکو سیر کرایا جاتا ہے تا وہ یقین اور معرفت میں مرتبہ کامل حاصل کرے۔ اور اُس کی زبان اور اُس کے بیان اور تمام افعال اور اقوال اور حرکات سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے اور ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمت اُس کو عطا کی جاتی ہے اور شرح صدر کا ایک اعلیٰ مقام اُس کو عنایت کیا جاتا ہے اور بشریت کے حجابوں کی تنگدلی اور خست اور بخل اور بار بار کی لغزش اور تنگ چشمی اور غلامی شہوات اور رواءت اخلاق اور ہر ایک قسم کی نفسانی تاریکی بکلّی اُس سے دور کر کے اُس کی جگہ ربانی اخلاق کا نور بھر دیا جاتا ہے۔ تب وہ بکلّی مبدل ہو کر ایک نئی پیدائش کا پیرایہ پہن لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے سنتا اور خدا تعالیٰ سے دیکھتا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ حرکت کرتا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرتا ہے اور اُس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب اور اُس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم ہو جاتا ہے اور اس درجہ میں اُس کی دعائیں بطور

غلام فرید

اصطفا ر کے منظور ہوتی ہیں نہ بطور ابتلا کے اور وہ زمین پر حجت اللہ اور امام اللہ ہوتا ہے اور آسمان پر اس کے وجود سے خوشی کی جاتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ محیط جو اوس کو عطا ہوتا ہے مکالمات الہیہ اور مخاطبات حضرت یزدانی ہیں جو بغیر شک اور شبہ اور کسی غبار کے چاند کے نور کی طرح اس کے دل پر نازل ہوتے رہتے ہیں اور ایک شدید الاثر لذت اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور طمانیت اور تسلی اور سکینت بخشتے ہیں اور اس کلام اور الہام میں فرق یہ ہے کہ الہام کا چشمہ تو گویا ہر وقت مقرب لوگوں میں بہتا ہے اور وہ روح القدس کے بلائے بولتے اور روح القدس کے دکھائے دیکھتے اور روح القدس کے سنائے سنتے اور اون کے تمام ارادے روح القدس کے نفخ سے ہی پیدا ہوتی ہیں اور یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے کہ وہ ظلی طور پر اس آیت کے مصداق ہوتے ہیں وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ لیکن مکالمہ الہیہ ایک الگ امر ہے اور وہ یہ ہے کہ وحی متلو کی طرح خدا تعالیٰ کا کلام اُن پر نازل ہوتا ہے اور وہ اپنے سوالات کا خدا تعالیٰ سے ایسا جواب پاتے ہیں کہ جیسا ایک دوست دوست کو جواب دیتا ہے اور اُس کلام کی اگر ہم تعریف کریں تو صرف اسقدر کرتے ہیں کہ وہ اللہ جلشانہ کی ایک تجلیٔ خاص کا نام ہے جو بذریعہ اس کے مقرب فرشتہ کے ظہور میں آتی ہے اور اُس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ تا دعا کے قبول ہونے سے اطلاع دی جائے یا کوئی نئی اور مخفی بات بتائی جائے یا آئندہ کی خبروں پر آگاہی دیجادے یا کسی امر میں خدا تعالیٰ کی مرضی اور عدم مرضی پر مطلع کیا جاوے یا کسی اور قسم کے واقعات میں یقین اور معرفت کے مرتبہ تک پہنچایا جاوے بہرحال یہ وحی ایک الٰہی آواز ہے جو معرفت اور اطمینان سے رنگین کرنے کے لئے منجانب اللہ پیرایہ مکالمہ و مخاطبہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور اس سے بڑھ کر اُس کی کیفیت بیان کرنا غیر ممکن ہے کہ وہ صرف الٰہی تحریک اور ربانی نفخ سے بغیر کسی قسم کے فکر اور تدبر اور خوض اور غور اور اپنے نفس کی دخل کی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قدرتی ندا ہے جو لذیذ اور پربرکت الفاظ میں محسوس ہوتی ہے۔ اور اپنے اندر ایک ربانی تجلّی اور الٰہی سہولت رکھتی ہے

اسلام

یہ بھی عرض کر دینے کے لائق ہے کہ اسلامی تعلیم کے رُو سے دین اسلام کے حصّے صرف دو ہیں۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ تعلیم دو بڑے مقاصد پر مشتمل ہے اوّل۔ ایک خدا کو جاننا جیساکہ وہ فی الواقعہ موجود ہے اور اُس سے محبت کرنا اور اوسکی سچی اطاعت میں اپنے وجود کو لگانا جیساکہ شرط اطاعت و محبت ہے **دوسرا مقصد** یہ ہے کہ اون کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی میں اپنے تمام قویٰ کو خرچ کرنا اور بادشاہ سے لیکر ادنیٰ انسان تک احسان کرنیوالا ہو شکر گزاری اور احسان کے ساتھ معاوضہ کرنا اسی لئے ایک سچا مُسلمان جو اپنے دین سے واقعی خبر رکھتا ہو اُس گورنمنٹ کی نسبت جسکی ظلّ عاطفت کے نیچے امن کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے ہمیشہ اخلاص اور اطاعت کا خیال رکھتا ہے اور مذہب کا اختلاف اوس کو سچی اطاعت اور فرمانبرداری سے نہیں روکتا لیکن پادریوں نے اس مقام میں بھی بڑا دہوکہ کھایا ہے اور ایسا سمجھہ لیا ہے کہ گویا اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کا پابند دوسری قوموں کا بدخواہ اور بداندیش بلکہ اون کے خون کا پیاسا ہوتا ہے ہاں یہ قبول کر سکتے ہیں کہ بعض مُسلمانوں کی عملی حالتیں اچھی نہیں ہیں۔ اور جیساکہ ہر ایک مذہب کے بعض لوگ غلط خیالات میں مبتلا ہو کر نالائق حرکات کے مرتکب ہوجاتے ہیں اسی قماش کے بعض مسلمان بھی پائے جاتے ہیں۔ مگر جیساکہ میں نے ابھی بیان کیا ہے یہہ خدائی تعلیم کا قصور نہیں ہے۔ بلکہ اون لوگوں کی سمجھہ کا قصور ہے جو خدا کی کلام میں تدبّر نہیں کرتے اور اپنے نفس کے جذبات کے تابع رہتے ہیں۔ خاص کر جہاد کا مسئلہ جو بڑے نازک شرائط سے وابستہ تھا۔ بعض نادانوں اور کم عقلوں نے ایسا اولٹا سمجھہ لیا ہے کہ اسلامی تعلیم سے بہت ہی دور جا پڑے ہیں اسلام ہمیں ہرگز یہ نہیں سکھلاتا کہ ہم ایک غیر قوم اور غیر مذہب والے بادشاہ کی رعایا ہو کر اور اوس کی زیر سایہ رہکر ایک دشمن سے امن میں رہ کر پھر اُسی کی نسبت بداندیشی اور بغاوت کا خیال دل میں لاویں۔ بلکہ وہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر تم اُس بادشاہ کا شکر نہ کرد جس کے زیر سایہ تم امن میں رہتے ہو تو پھر تم نے خدا کا شکر بھی نہیں کیا۔ اسلام کی تعلیم نہایت پرحکمت تعلیم ہے اور وہ اُسی نیکی کو حقیقی نیکی قرار دیتا ہے جو اپنے موقعہ پر چسپان ہو وہ صرف رحم کو پسند نہیں کرتا۔ جبتک اُس کا ضروری نتیجہ رحم نہ ہو۔ اسمیں کچھہ شک نہیں کہ قرآن نے اُن باریک پہلوؤں کا لحاظ کیا ہے جو انجیل نے نہیں کیا۔ ......

...... قرآن نے ان باریک پہلوؤں کا لحاظ کیا ہے جو انجیل نے نہیں کیا۔ انجیل کی تعلیم ہے کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دیجائے مگر قرآن کہتا ہے:۔ جزاء سیئة سیئة مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ۔ یعنے اصول انصاف یہی ہے کہ جس کو دُکھہ پہنچایا گیا ہے وہ اسی قدر دُکھہ پہنچانے کا حق رکھتا ہے۔ لیکن اگر کوئی معاف کردے اور معاف کرنا بے محل نہ ہو بلکہ اُس سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو تو ایسا شخص خدا سے اجر پائے گا۔ ایسا ہی انجیل کہتی ہے کہ کسی نامحرم کی طرف شہوت سے مت دیکھہ" مگر قرآن کہتا ہے کہ نامحرم کی طرف ہرگز مت دیکھہ نہ شہوت سے اور نہ غیر شہوت سے۔ کیونکہ پاک دل رہنے کے لئے اس سے عمدہ تر کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

اسی طرح قرآن عمیق حکمتوں سے پُر ہے اور ہر ایک تعلیم میں انجیل کی نسبت حقیقی نیکی کے سکھلانے کے لئے آگے قدم رکھتا ہے بالخصوص سچّے اور غیر متغیر خدا کے دیکھنے کا چراغ تو قرآن ہی کے ہاتھ میں ہے اگر وہ دنیا پر نہ آیا ہوتا تو خدا جانے دُنیا میں مخلوق پرستی کا عدد کس نمبر تک پہنچ جاتا۔ سو شکر کا مقام ہے کہ خدا کی وحدانیت جو زمین سے گم ہوگئی تھی دوبارہ قائم ہوگئی +

خُلق

سو جاننا چاہیے کہ خلق خا کے فتح سے ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق خا کے ضمہ سے باطنی پیدائش کا نام ہے اور چونکہ باطنی پیدائش اخلاق سے ہی کمال کو پہنچتی ہے نہ صرف طبعی جذبات سے اسلئے اخلاق پر ہی یہ لفظ بولا گیا ہے طبعی جذبات پر نہیں بولا گیا اور پھر یہ بات بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جیساکہ عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خلق صرف

حلیمی اور نرمی اور انکساری کا نام ہے۔ یہ اون کی غلطی ہے۔ بلکہ جو کچھہ بمقابلہ ظاہری اعضاء کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئیں ہیں ان سب کیفیتوں کا نام خلق ہے۔ مثلاً انسان آنکھہ سے روتا ہے اور اس کے مقابل پر دل میں ایک قوت رقت ہے جو جب بذریعہ عقل خداداد کے اپنے محل پر مستعمل ہو تو ایک خلق ہے۔ ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو شجاعت کہتے ہیں۔ پس جب انسان محل اور موقعہ کے لحاظ سے اس قوت کو استعمال میں لاتا ہے تو اس کا نام بھی خلق ہے اور ایسا ہی انسان کبھی ہاتھوں کے ذریعہ سے مظلوموں کو ظالموں سے بچانا چاہتا ہے یا ناداروں اور بھوکھوں کو کچھہ دینا چاہتا ہے یا کسی اور طور سے بنی نوع کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو رحم بولتے ہیں اور کبھی انسان اپنے ہاتھوں کے ذریعہ سے ظالم کو سزا دیتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے۔ جس کو عفو اور صبر کہتے ہیں اور کبھی انسان بنی نوع کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے ہاتھوں سے کام لیتا ہے یا پیروں سے یا دل اور دماغ سے اور اون کی بہبودی کے لئے اپنا سرمایہ خرچ کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو سخاوت کہتے ہیں۔ پس جب انسان ان تمام قوتوں کو موقعہ اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے تو اسوقت اون کا نام خلق رکھا جاتا ہے اللہ جلشانہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے انک لعلیٰ خلق عظیم یعنے تو ایک بزرگ خلق پر قائم ہے سو اسی تشریح کے مطابق اس کے معنے ہیں۔ یعنے یہہ کہ تمام قسمیں اخلاق کی سخاوت۔ شجاعت۔ عدل۔ رحم۔ احسان۔ صدق۔ حوصلہ وغیرہ تجھہ میں جمع ہیں۔ غرض جس قدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیساکہ۔ ادب۔ حیا۔ دیانت۔ مروت۔ غیرت استقامت۔ عفت۔ زہادت۔ اعتدال۔ مواسات یعنے ہمدردی ایسا ہی شجاعت۔ سخاوت۔ عفو۔ صبر احسان۔ صدق۔ وفا وغیرہ جب یہہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبّر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقعہ پر ظاہر کئے جائیں گے تو سب کا نام اخلاق ہوگا اور یہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اسوقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقعہ کے لحاظ سے بالارادہ اُنکو استعمال کیا جاوے چونکہ انسان کے طبعی خواص میں سے ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ ترقی پذیر جاندار ہے اس لئے وہ سچے مذہب کی پیروی اور نیک صحبتوں اور نیک تعلیموں سے ایسی طبعی جذبات کو اخلاق کے رنگ میں لے آتا ہے اور یہ امر کسی اور جاندار کے لئے نصیب نہیں۔

اور منجملہ انسان کے طبعی امور کے جو اُسکی طبیعت کے لازم حال ہیں ہمدردی خلق کا ایک جوش ہے قومی حمایت کا جوش بالطبع ہر ایک مذہب کے لوگوں میں پایا جاتا ہے اور اکثر لوگ طبعی جوش سے اپنی قوم کی ہمدردی کے لئے دوسروں پر ظلم کر دیتے ہیں گویا انہیں انسان نہیں سمجھتے سو اسحالت کو خلق نہیں کہہ سکتے یہ فقط ایک طبعی جوش ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہہ حالت طبعی کوّوں وغیرہ پرندوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ ایک کوّے کے مرنے پر ہزارہا کوّے جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہ عادت انسانی اخلاق میں اسوقت داخل ہوگی جبکہ یہہ ہمدردی انصاف اور عدل کی رعائیت سے محل اور موقعہ پر ہو اسوقت یہہ ایک عظیم الشان خلق ہوگا جس کا نام عربی میں مواسات اور فارسی میں ہمدردی ہے اسی کی طرف اللہ جلشانہ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ہ ولا تھنوا فی ابتغاء القوم ولا تکن للخائنین خصیما ولا تجادل عن الذین یختانون انفسہم ان اللہ لا یحب من کان خوّانا اثیما یعنے اپنی قوم کی ہمدردی اور اعانت فقط نیکی کے کاموں میں کرنی چاہئیے اور ظلم اور زیادتی کے کاموں میں ان کی اعانت ہرگز نہیں کرنی چاہئے اور قوم کی ہمدردی میں سرگرم رہو تھکو مت اور خیانت کرنیوالوں کی طرف سے مت جھگڑو جو خیانت کرنے سے باز نہیں آتے خدا تعالیٰ خیانت پیشہ لوگوں کو دوست نہیں رکھتا + منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کو لازم پڑی ہوئی ہیں ایک اس برتر ہستی کی تلاش ہے جس کے لئے اندر ہی انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اسی وقت سے محسوس ہونے لگتا ہے جبکہ بچہ ماں کے رحم سے باہر آتا ہے کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے روحانی خاصیت اپنی ماں کی محبت کی رکھتا ہے اور پھر جیسے جیسے حواس اُس کے کھلتے جاتے ہیں اور شگوفہ فطرۃ اس کا کھلتا جاتا ہے یہ کشش محبت جو اُس کے اندر چھپی ہوئی تھی اپنا رنگ و روپ نمایاں طور پر دکھاتی چلی جاتی ہے۔ پھر تو یہ ہوتا ہے کہ بجز اپنی ماں کی گود کے کسیجگہ آرام نہیں پاتا اور پورا آرام اس کا اسی کے کنار عاطفت میں ہوتا ہے اور اگر ماں سے علیحدہ کر دیا جائے اور دور ڈال دیا جائے تو تمام عیش اُس کا تلخ ہو جاتا ہے۔ اور اگرچہ اس کے آگے نعمتوں کا ایک ڈھیر ڈالدیا جائے تب بھی وہ اپنی سچی خوشحالی ماں کی گود میں ہی دیکھتا ہے اور اُس کے بغیر کسی طرح آرام نہیں پاتا سو وہ کشش محبت جو اوس کو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے وہ کیا چیز ہے؟! درحقیقت یہ وہی کشش ہے جو معبود حقیقی کے لئے بچہ کی فطرۃ میں رکھی گئی ہے بلکہ ہر ایک جگہ جو انسان تعلق محبت پیدا کرتا ہے درحقیقت وہی کشش کام کر رہی ہے اور ہر ایک جگہ جو یہ عاشقانہ جوش دکھلاتا ہے درحقیقت اسی محبت کا وہ ایک عکس ہے گویا دوسری چیزوں کو اوٹھا اوٹھا کر ایک گم شدہ چیز کو تلاش کر رہا ہے جسکا اب نام بھول گیا ہے سو انسان کا مال یا اولاد یا بیوی سے محبت کرنا یا کسی خوش آواز کے گیت کی طرف اس کی روح کا کھینچے جانا درحقیقت اسی گم شدہ محبوب کی تلاش ہے اور چونکہ انسان اوس دقیق در دقیق ہستی کو جو آگ کی طرح ہر ایک میں مخفی اور سب پر پوشیدہ ہے۔ اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھہ نہیں سکتا اور نہ اپنی ناتمام عقل سے اُس کو پا سکتا ہے اس لئے اس کی معرفت کے بارہ میں انسان کو بڑی بڑی غلطی لگی ہیں اور سہو کار یوں سے اس کا حق دوسرے کو دیا گیا ہے۔ خدا نے قرآن شریف میں یہ خوب مثال دی ہے کہ دنیا ایک ایسی شیش محل کی طرح ہے جس کی زمین کا فرش نہایت مصفّا شیشوں سے کیا گیا اور پھر اون شیشوں کے نیچے پانی چھوڑا گیا جو نہایت تیزی سے چل رہا ہے اب ہر ایک نظر جو شیشوں پر پڑتی ہے وہ اپنی غلطی سے ان شیشوں کو بھی پانی سمجھہ لیتی ہے اور پھر انسان ان شیشوں پر چلنے سے ایسا ڈرتا ہے جیساکہ پانی سے ڈرنا چاہئے حالانکہ وہ درحقیقت شیشے ہیں مگر صاف اور شفاف سو یہ بڑے بڑے اجرام جو نظر آتے ہیں جیسے آفتاب و مہتاب یہ وہی صاف شیشے ہیں۔ جن کی غلطی سے پرستش کی گئی اور اون کے نیچے ایک اعلیٰ طاقت کام کر رہی ہے جو ان شیشوں کے پردہ میں پانی کی طرح بڑی تیزی سے چل رہی ہے اور مخلوق پرستوں کی نظر کی یہ غلطی ہے کہ انہیں شیشوں کی طرف اس کام کو منسوب کر رہے ہیں جو انکے نیچے کی طاقت دکھلا رہی ہے یہی تفسیر اس آیت کریمہ کی جو انہ صرح ممرد من قواریر ہے غرض کہ چونکہ خدا تعالیٰ کی ذات

حضرت اقدس کا ایک تازہ خط

مندرجہ ذیل خط حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک پُرانے ہندو دوست کے خط کے جواب میں لکھا ہے جس نے اپنے خط میں اپنا یہ مذہب ظاہر کیا تھا کہ سب مذہب خدا ہی کی طرف سے ہیں اس لئے ہر ایک مذہب پر چل کر انسان خدا کو پا سکتا ہے۔ اس کے جواب میں مندرجہ ذیل خط حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے جو ناظرین کے فائدہ کے لئے ہم درج کرتے ہیں۔

آپ نے اپنے خط میں کچھ مذہبی رنگ میں بھی نصایح تحریر فرمائی تھیں مجھکو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ کو اس عظیم الشان پہلو سے بھی دلچسپی ہے۔ درحقیقت چونکہ دنیا ایک مسافرخانہ ہے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم سب لوگ اصلی گھر کی طرف واپس کئے جائیں گے اس لئے ہر ایک کا یہی فرض ہونا چاہیئے کہ دین اور مذہب کے عقاید کے معاملہ میں پورے غور سے سوچے پھر جس طریق کو خدا تعالیٰ کی رضامندی کے موافق پاوے اُس کے اختیار کرنے میں کسی ذلت اور بدنامی سے نہ ڈرے اور نہ اہل و عیال اور خویشوں اور فرزندوں کی پرواہ رکھے ہمیشہ صادقوں نے ایسا ہی کیا ہے اور سچائی کے اختیار کرنے میں اُنہوں نے بڑے بڑے دکھ اوٹھائے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ خواہ عقائد ہوں یا اعمال دو حال سے خالی نہیں یا سچے ہوتے ہیں یا جھوٹے۔ پھر جھوٹے کو اختیار کرنا دھرم نہیں ہے مثلاً وید کی طرف یہ ہدایت منسوب کیجاتی ہے کہ اگر کسی عورت کے چند سال تک بیٹا نہ ہو یا بیٹیاں ہی ہوں تو اس کا خاوند اپنی اُس عورت کو دوسرے سے ہمبستر کرا سکتا ہے اور ایسا سلسلہ اُس وقت تک جاری رہ سکتا ہے۔ جب تک ایک بیگانہ مرد کے نطفہ سے گیارہ فرزند نرینہ پیدا ہو جائیں اور شاکت مت میں جو وید کی طرف ہی اپنے تئیں منسوب کرتے ہیں۔ یہ ہدایت ہے کہ اون کے خاص مذہبی میلوں میں ماں اور بہن سے بھی جماع درست ہے اور ایک شخص دوسرے شخص کی عورت سے زنا کر سکتا ہے اسی طرح دنیا میں ہزارہا ایسے مذہب ہیں کہ اگر انکا ذکر کیا جاوے تو آپ انگشت بدنداں رہیں گے پھر کیونکر ممکن ہے کہ انسان صلح کاری اختیار کر کے ان لوگوں کی ہاں سے ہاں ملاوے ایسا ہی عقائد کا حال ہے بعض لوگ دریاؤں کی پوجا کرتے ہیں بعض لوگ آگ کی بعض سورج کی بعض چاند کی بعض درختوں کی بعض سانپوں اور بلیوں کی اور بعض انسانوں کو درحقیقت خدا سمجھتے ہیں تو کیا ممکن ہے کہ ان سبکو راستباز سمجھا جاوے۔

جو لوگ دنیا کی اصلاح کے لئے آتے ہیں اونکا فرض ہوتا ہے کہ سچائی کو زمین پر پھیلا دیں اور جھوٹ کی بیخکنی کریں وہ سچائی کے دوست اور جھوٹ کے دشمن ہوتے ہیں مثلاً اگر کسی راستباز کو چند ڈاکو یا چلے یا چور یہ ترغیب دیں کہ بذریعہ ڈاکہ یا کیسہ بُری یا نقب زنی کے کوئی مال حاصل کرنا چاہیئے تو کیا جائز ہوگا کہ وہ راستباز اُنکے ساتھ ہو کر ایسے جرائم کا ارتکاب کرے۔ پس مذہب کس چیز کا نام ہے اسی بات کا نام تو مذہب ہے کہ جو عقائد یا اعمال بُرے اور گندے اور ناپاک ہوں اُن سے پرہیز کیا جاوے اور ایسی کتابیں جو ناپاک عقائد یا اعمال سکھلاتی ہیں اُن کو اپنا پیشوا اور رہبر نہ بنایا جاوے میں اس بات کو کسی طرح سمجھ نہیں سکتا کہ ہر ایک مذہب سے صلح رکھی جاوے اور اون کی ہاں میں ہاں لائی جائے۔ کیونکہ اگر ایسا کیا جاوے تو دُنیا میں کوئی بدی بدی نہیں رہے گی اور ہر قسم کے بد عقائد اور بد اعمال نیکیوں میں داخل ہو جائیں گی حالانکہ جو شخص ایک نظر دُنیا کے مذاہب پر ڈالے تو اوس کو معلوم ہو جائیگا کہ خداشناسی کے بارے میں ہی کئی عقائد ہیں بعض ناستک مت یعنی دہریہ ہیں وہ خدا کے قائل نہیں ہیں اور بعض انسانوں یا حیوانوں یا اجرام سماوی یا عناصر کو خدا بناتے ہیں خاص آریہ سماجی جو اپنے تئیں ویدوں کے وارث ٹھیراتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا نے ایک ذرہ بھی پیدا نہ کیا اور نہ ارواح پیدا کئے بلکہ یہ تمام چیزیں اور اونکی تمام قوتیں خود بخود ہیں پرمیشر کا انمیں کچھہ بھی دخل نہیں۔ مگر مجھے اس جگہ ان باتوں کو بیان کرنے سے صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ایک راستباز کے لئے ممکن نہیں کہ ان تمام متناقض امور کو مان لے اور اُنپر ایمان لے آوے جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی عظمت اور توحید اور قدرت کاملہ پر داغ لگایا ہے یا بدکاری کو جائز رکھا ہے میں اسجگہ اون کی نسبت اور اونکی کتاب کی نسبت کچھہ نہیں کہتا صرف آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ انسان کے لئے ممکن نہیں کہ ناپاک کو بھی ایسا ہی تسلیم کرے جیساکہ پاک کو کرتا ہے یہ سچ ہے کہ پاک ہونے سے خدا ملتا ہے لیکن ایسے طریقوں سے جو ناپاک عقائد اور ناپاک اعمال پر مشتمل ہیں کیونکر خدا مل سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنا بہشتی زندگی تک پہنچاتا ہے لیکن جو شخص راجہ رامچندر یا راجہ کرشن یا حضرت عیسیٰؑ کو خدا سمجھتا ہے یا خدائے قیوم کو ایسا عاجز اور ناقص خیال کرتا ہے کہ ایک ذرہ یا ایک روح کے پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں۔ وہ کیونکر اس پاک ذوالجلال کی حقیقی محبت سے حصہ لے سکتا ہے۔ حقیقی اور سچے خدا کو اُس کی پاک اور کامل صفات کے ساتھ جاننا اور اُس کی پاک راہوں کے مطابق چلنا ہی حقیقی نجات ہے اور اس حقیقی نجات کے مخالف جو طریق ہیں وہ سب گمراہی کے طریق ہیں پھر کیونکر ان طریقوں میں پھنسے رہنے سے انسان حقیقی نجات پا سکتا ہے۔

دُنیا میں اکثر یہ واقعہ مشہور ہے کہ ہر ایک شخص اُن خیالات پر بہت بھروسہ رکھتا ہے۔ جن خیالات میں اُس نے پرورش پائی ہے۔ یا جن کو سننے کا اُس کو بہت موقعہ ملا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی بے تکلف کہدیتا ہے کہ عیسیٰ ہی خدا ہے اور ایک ہندو اس بات کے بیان کرنے سے کچھہ شرم نہیں کرتا کہ رامچندر اور کرشن درحقیقت خدا ہیں یا دریائے گنگ اپنے پرستاروں کو مرادیں دیتا ہے یا اون کا ایک ایسا خدا ہے جس نے کچھہ بھی پیدا نہیں کیا صرف موجودہ اجسام اور ارواح کو جو کسی اتفاق سے خود بخود اور قدیم سے چلے آتے ہیں جوڑتا اس کا کام ہے لیکن یہ تمام بھروسے بے اصل ہیں ان کے ساتھ کوئی دلیل نہیں زندہ خدا کو تلاش کرنا نجات کے طالب کا اصول ہونا چاہیئے۔ دنیا رسوم اور عادات کی قید میں ہے ہر ایک شخص جو کسی مذہب میں پیدا ہوتا ہے اکثر بہر حال اُسی کی حمایت کرتا ہے۔ لیکن یہ طریق صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ بات ہے کہ جس مذہب کے رو سے زندہ خدا کا پتہ مل سکے اور بڑے بڑے نشانوں اور معجزات سے ثابت ہو کہ وہی خدا ہے اس مذہب کو اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ اگر درحقیقت خدا موجود ہے اور اُس کی ذات کی قسم کہ درحقیقت وہ موجود ہے تو یہ اسکا کام ہے کہ بندوں پر اپنے تئیں ظاہر کرے۔ اور انسان جو محض اپنی اٹکلوں سے خیال کرتا ہے کہ اس جہان کا ایک خدا ہے وہ اٹکلیں سچی تسلی دینے کے لئے کافی نہیں اور جیساکہ ایک محجوب اُن روپیوں پر بھروسہ کرتا ہے جو اُس کے صندوق میں بند ہیں اور اُس زمین پر جو اُس کے قبضہ میں ہے اور ان باغات پر جو ہمیشہ صدہا روپیہ کی آمدنی نکالتے ہیں اور اُن لائق بیٹوں پر جو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز ہیں اور ماہ بماہ اپنے باپ کو ہزارہا روپیہ سے مدد کرتے ہیں وہ محجوب ایسا بھروسہ خدا تعالیٰ پر ہرگز نہیں کر سکتا اس کا کیا سبب ہے۔ یہی سبب ہے کہ اوسپر حقیقی ایمان نہیں۔ ایسا ہی ایک غافل جیساکہ طاعون سے ڈرتا ہے۔

اور اُس گاؤں میں داخل نہیں ہوتا جو طاعون سے ہلاک ہو رہا ہے اور جیسا کہ وہ سانپ سے ڈرتا ہے اور اُس سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈالتا جس میں سانپ ہو یا سانپ ہونیکا گمان ہو اور جیسا کہ وہ شیر سے ڈرتا ہے اور اس بن میں داخل نہیں ہوتا جس میں شیر ہو۔ ایسا ہی وہ خدا سے نہیں ڈرتا اور دلیری سے گناہ کرتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ وہ اگرچہ زبان سے کہتا ہے مگر دراصل خدا تعالیٰ سے غافل اور بہت دور ہے۔ خدا تعالیٰ پر ایمان لانا کوئی امر سہل نہیں ہے بلکہ جبتک خدا تعالیٰ کے کھلے کھلے نشان ظاہر نہ ہوں اسوقت تک انسان سمجھ بھی نہیں سکتا کہ خدا بھی ہے۔ گو تمام دُنیا اپنی زبان سے کہتی ہے کہ ہم خدا پر ایمان لائے مگر اُن کے اعمال گواہی دے رہے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔ سچا ایمان تجربہ کے بعد حاصل ہوتا ہے مثلاً جب انسان بار بار کے تجربہ سے معلوم کرلیتا ہے کہ سم الفار ایک زہر ہے جو نہایت قلیل مقدار اسکی قاتل ہے تو وہ سم الفار کھانے سے پرہیز کرتا ہے۔ تب اُس وقت کہہ سکتے ہیں کہ وہ سم الفار کے قاتل ہونے پر ایمان لایا۔ سو جو شخص کسی پہلو سے گناہ میں گرفتار ہے وہ ہنوز خدا پر ایمان ہرگز نہیں لایا اور نہ اس کو شناخت کیا۔

دُنیا بہت سی فضولیوں سے بھری ہوئی ہے اور لوگ ایک جھوٹی منطق پر راضی ہو رہے ہیں۔ مذہب وہی ہے جو خدا تعالیٰ کو دکھلاتا ہے اور خدا سے ایسا قریب کر دیتا ہے کہ گویا انسان خدا کو دیکھتا ہے اور جب انسان یقین سے بھر جاتا ہے تو خدا تعالیٰ سے اس کا ایک خاص تعلق ہو جاتا ہے وہ گناہ سے اور ہر ایک ناپاکی سے خلاصی پاتا ہے اور اس کا سہارا صرف خدا ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے خاص نشانوں سے اور اپنی خاص تجلی سے اور اپنے خاص کلام سے اس پر ظاہر کر دیتا ہے کہ میں موجود ہوں۔ تب اس روز سے وہ جانتا ہے کہ **خدا ہے** اور اسی روز سے وہ پاک کیا جاتا ہے اور اندرونی آلائشیں دور کی جاتی ہیں یہی معرفت ہے جو بہشت کی کُنجی ہے مگر یہ بغیر اسلام کے اور کسی کو بھی میسر نہیں آتی۔ یہی خدا تعالیٰ کا ابتدا سے وعدہ ہے جو وہ اُنہی پر ظاہر ہوتا ہے جو اُس کے پاک کلام کی پیروی کرتے ہیں تجربہ سے زیادہ کوئی گواہ نہیں پس جبکہ تجربہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ خدا اپنے تئیں بجز اسلام کے کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اور کسی سے ہمکلام نہیں ہوتا اور کسی کی اپنے زبردست معجزات سے مدد نہیں کرتا تو ہم کیونکر مان لیں کہ دوسرے مذہب میں ایسا ہو سکتا ہے۔

ابھی تھوڑے دن کی بات ہے کہ لیکھرام نامی ایک برہمن جو آریہ تھا قادیان میں میرے پاس آیا اور کہا کہ وید خدا کا کلام ہے قرآن شریف خدا کا کلام نہیں ہے۔ میں نے اُس کو کہا کہ چونکہ تمھارا دعوےٰ ہے کہ وید خدا کا کلام ہے مگر میں اُسکو اُس کی موجودہ حیثیّت کے لحاظ سے خدا کا کلام نہیں جانتا کیونکہ اسمیں شرک کی تعلیم ہے اور کئی اور ناپاک تعلیمیں ہیں۔ مگر میں قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتا ہوں کیونکہ اسمیں نہ شرک کی تعلیم ہے اور نہ کوئی اور ناپاک تعلیم ہے اور اُس کی پیروی سے زندہ خدا کا چہرہ نظر آجاتا ہے اور معجزات ظاہر ہوتی ہے پس بہت سہل طریق یہ ہے کہ تم وید والے خدا سے میری نسبت کوئی پیشگوئی کرو اور میں قرآن شریف والے خدا سے وحی پاکر کوئی پیشگوئی کرونگا۔ پس اُسنے میری نسبت یہ پیشگوئی کی کہ یہ شخص تین برس تک ہیضہ کی بیماری سے مرجائیگا اور میرے خدا نے یہ ظاہر کیا کہ چھ برس تک لیکھرام بذریعہ قتل نابود ہو جائیگا کیونکہ وہ خدا کے پاک نبی کی بے ادبی میں حد سے گذر گیا۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس کے مرنیکے تھوڑی مدت کے بعد پنجاب میں طاعون پھیل جائیگی یہ تمام پیشگوئیاں میں نے اپنی کتابوں میں بار بار شائع کر دی اور یہ بھی شائع کر دیا کہ اگر وید درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اب آریہ سماج والوں کو چاہیئے کہ لیکھرام کی نسبت اپنے پرمیشر سے بہت دعا کریں تا وہ اُس کو بچالے کیونکہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے ان کا پرمیشر اسکو بچا نہیں سکیگا اور ایسا ہی لیکھرام نے بھی میرے نسبت اپنی کتاب میں شائع کر دیا کہ یہ شخص تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے فوت ہو جائیگا۔ آخر لیکھرام اپنے قتل ہو جانے سے گواہی دے گیا کہ وید خدا کی طرف سے نہیں ہے۔

اسی طرح نہ ایک نشان بلکہ ہزارہا نشان ظاہر ہوئے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہیں جن سے روز روشن کی طرح کھلگیا کہ دین اسلام ہی دنیا میں سچا مذہب ہے اور سب انسانوں کے اختراع ہیں اور یا کسیوقت سچے تھے اور بعد میں وہ کتابیں بگڑ گئیں۔ اے عزیز ہم آپ کی باتوں کو جو کوئی روشن دلیل ساتھ نہیں رکھتیں کیونکر مان لیں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف دعوےٰ ہے جس کے ساتھ کوئی دلیل نہیں دُنیا میں ایک ادنیٰ مقدمہ بھی جب کسی عدالت میں پیش ہوتا ہے تو ثبوت کے سوائے کسی حاکم کے نزدیک قابل سماعت نہیں ہوتا اور ایسا مدعی ڈگری حاصل نہیں کر سکتا تو پھر نہ معلوم آپ ان خیالات پر کیونکر بھروسہ رکھتے ہیں جو بے ثبوت ہیں خدا ایک ہے اور اُس کی مرضی ایک ہے پھر وہ کیونکر متناقض امور کا مصداق ہو سکتا ہے اور کیونکر ہم ان سب باتوں کو سچی مان سکتے ہیں کہ عیسیٰ خدا ہے اور رامچندر خدا ہے اور کرشن خدا ہے اور یا کہ خدا ایسا عاجز ہے کہ ایک ذرہ بھی اُس نے پیدا نہیں کیا۔ وہ مذہب قبولیت کے لائق ہے جو ثبوت کا روشن چراغ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ اسلام ہے اگر آپ یہ کہیں کہ جو زبردست نشان اور معجزات اسلام میں ظاہر ہوتے ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں بھی ہوتے ہیں تو ہم آپ کی اس بات کو بشوق سنیں گے بشرطیکہ آپ اس کا ثبوت دیں مگر یاد رکھیں کہ یہ آپ کے لئے ہرگز ممکن نہیں ہوگا کہ اس زمانہ میں کوئی ایسا زندہ شخص بھی دکھلا سکیں کہ وہ برکات اور آسمانی نشان جو مجھے ملے ہیں ان وہ مقابلہ کرکے دکھلاوے اب میں آپ کے بعض خیالات کی غلطی کو رفع کرتا ہوں۔

قول آں عزیز خدا نے کافر اور مومن کو اس دُنیا میں یکساں حصہ بخشا ہے **اقول** چونکہ خدا نے ہر ایک کو اپنی طرف بلایا ہے اسلیے سبکو ایسی قوتیں بخشی ہیں کہ اگر وہ ان قوتوں کو ٹھیک طور پر استعمال کریں تو منزل مقصود تک پہنچ جائیں مگر تجربہ سے ثابت ہے کہ بجز اس کے کہ کوئی اسلام پر قدم مارے ہر ایک شخص ان قوتوں کو بے اعتدالی سے استعمال میں لاتا ہے اور منزل مقصود تک نہیں پہنچتا **قول آنعزیز** بہت مشکل ہے کہ تمام لوگ ایک ہی مذہب پر چلیں **اقول** سچے طالب کے لئے ہر ایک مشکل سہل کی جاتی ہے

قول آنعزیز۔ اگرچہ ریل پر چلنے والے بہت آرام پاتے ہیں لیکن اگر کوئی پیادہ پا سفر اختیار کرے تو ریل والے اس کو کافر نہیں کہتے **اقول**۔ یہ قول دینی معاملہ پر چسپاں نہیں ہے اور قیاس مع الفارق ہے خدا کے ملنے کی ایک خاص راہ ہے۔ یعنی معجزات اور نشانوں سے یقین حاصل ہونا اسی پر تزکیہ نفس موقوف ہے اور یقین کے اسباب بجز اسلام کے کسی مذہب میں نہیں۔

قول آنعزیز۔ خدا بے انت ہے سو ہم بے انت کو اسی وقت محسوس کر سکتے ہیں جب پابندی شرع سے باہر ہو جائیں۔ **اقول** شرع عربی لفظ ہے۔ جس کے معنے ہیں راہ یعنے خدا کے پانے کی راہ پس آپ کے کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب ہم خدا کے پانے کی راہ چھوڑ دیں تب ہمیں خدا ملیگا اب آپ خود سوچ لیں کہ یہ کیسا معقول ہے۔

قول آنعزیز ذات پات نہ پوچھے کو

ہر کو بھیجے سو ہر کا ہو ÷ **اقول** یہ سچ بات ہے اس سے اسلام بحث نہیں کرتا کہ کس قوم اور کس ذات کا آدمی ہے جو شخص راہ راست طلب کرے گا خواہ وہ کسی قوم کا ہو خدا اسے ملے گا مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ خواہ کسی مذہب کا پابند ہو خدا کو مل سکتا ہے کیونکہ جبتک پاک مذہب اختیار نہیں کرے گا تب تک خدا ہرگز نہیں پاسکے گا مذہب اور چیز ہے اور قوم اور چیز

قول آں عزیز یہی وجہ ہے کہ پیروان وید نے کسی شخص کی پیروی نجات کے لئے محصور نہیں رکھی۔ **اقول** جس شخص کے نزدیک وید کے مؤلف کی پیروی نجات کے لئے محصور نہیں وہ وید کا مکذب ہے آپ خود بتلائیں کہ مثلاً ایک شخص وید کے اصولوں اور تعلیموں کو نہیں مانتا نہ نیوگ کو مانتا ہے نہ اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ اولاد کی خواہش کے لئے اپنی زندگی میں اپنی جورو کو ہمبستر کرادے اور یا وہ اس بات کو نہیں مانتا کہ پرمیشر نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا۔ اور تمام روحیں اپنے اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہیں اور یا وہ اگنی وایو سورج وغیرہ کی پرستش کو نہیں مانتا غرض وہ ہر طرح وید کو ردی کی طرح خیال کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جس پرمیشر کو وید نے پیش کیا ہے اُس کو پرمیشر ہی نہیں جانتا تو کیا ایسے آدمی کے لئے نجات ہے یا نہیں۔ اگر نجات ہے تو آپ وید سے ایسی شرتی پیش کریں جو ان معنوں پر مشتمل ہو اور اگر نجات نہیں تو پھر آپ کا یہ قول صحیح نہ ہوا کیونکہ ہم لوگ بھی تو صرف اسقدر کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن شریف کی تعلیموں کو نہیں مانتا اُس کو ہرگز نجات نہیں اور اس جہان میں وہ اندھے کی طرح بسر کرے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین**۔ یعنی قرآن نے جو دین اسلام پیش کیا ہے جو شخص قرآنی تعلیم کو قبول نہیں کرے گا وہ مقبول خدا ہرگز نہ ہوگا اور مرنے کے بعد وہ زیاں کاروں میں ہوگا یہ کہنا کہ کسی شخص کی پیروی وید کے رو سے درست نہیں یہ غلط ہے جب اُس کی کتاب کی پیروی کی تو خود اُس کی پیروی ہو گئی اگر ہندو صاحبان وید کی پیروی نہیں کرتے تو پھر وید کو پیش کیوں کرتے ہیں۔

قول آں عزیز ہر ملت اور مذہب میں صاحب کمال گذرے ہیں۔ **اقول** زمانہ موجودہ میں بطور ثبوت کے کسی صاحب کمال کو پیش کرنا چاہئے کیا آپ کے نزدیک پنڈت لیکھرام صاحب کمال تھا یا نہیں جس کو آج تک آریہ سماجی لوگ رو رہے ہیں۔

میں نے آں محب کی دلجوئی کے لئے باوجود کم فرصتی کے یہ چند سطریں لکھی ہیں۔ امید کہ اس پر غور فرمائیں گے۔

خاکسار غلام احمد از قادیان

۱۴ - جون ۱۹۰۳ء

حضرت امام الزمان کی ڈائری

۲۶ - جون ۱۹۰۳ء

دربار شام

ایمان کے ساتھ عمل ضروری ہے

فرمایا اسلام کا دعویٰ کرنا اور میرے ہاتھ پر بیعت توبہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کیونکہ جبتک ایمان کے ساتھ عمل نہ ہو کچھ نہیں مُنہ سے دعوے کرنا اور عمل سے اس کا ثبوت نہ دینا خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے اور اس آیت کا مصداق ہو جاتا ہے۔

یاایھا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون۔ یعنے اے ایمان والو تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے ہو۔ یہ امر کہ تم وہ باتیں کہو جنپر تم عمل نہیں کرتے خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑے غضب کا موجب ہیں۔

پس انسان جس کو اسلام کا دعوےٰ ہے یا جو میرے ہاتھ پر توبہ کرتا ہے اگر وہ اپنے آپ کو اس دعوے کے موافق نہیں بناتا اور اُس کے اندر کھوٹ رہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے بڑے غضب کے نیچے آجاتا ہے اس سے بچنا لازم ہے

شرعی اور کونی اوامر

فرمایا اوامر کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک امر شرعی ہوتا ہے جس کے برخلاف انسان کر سکتا ہے دوسرے اوامر کونی ہوتے ہیں جس کا خلاف ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ فرمایا **قلنا یانار کونی بردا وسلما علیٰ ابراھیم**۔ اسمیں کوئی خلاف نہیں ہو سکتا چنانچہ آگ اس حکم کے خلاف ہرگز نہ کر سکتی تھی۔ انسان کو جو حکم اللہ تعالیٰ نے شریعت کے رنگ میں دئے ہیں جیسے **اقیموا الصلوٰۃ** نماز کو قائم رکھو یا فرمایا **واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ** ان پر جب وہ ایک عرصہ تک قائم رہتا ہے تو یہ احکام ہی شرعی رنگ سے نکلکر کونی رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور پھر وہ ان احکام کی خلاف ورزی کر ہی نہیں سکتا۔

دربار شام

۲۸ - جون ۱۹۰۳ء

آدم کی خلافت کسی قوم پر تھی یا نہیں۔

ایک شخص کے اس سوال پر کہ آدم علیہ السلام جو خلیفہ بن کر آئے تھے تو اس وقت کوئی .... قوم موجود تھی تو پھر حوا کی نئی پیدائش کی ضرورت نہ تھی اسی موجودہ قوم سے نکاح کر سکتے تھے؟ فرمایا

حدیث شریف میں آیا ہے **من حسن الاسلام ترک مالا یعنیہ** یعنی بیہودہ غیر مفید امور کو ترک کردینا بھی اسلام کی خوبی ہے قرآن شریف میں جو فرمایا گیا ہے **انی جاعل فی الارض خلیفہ** اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ پہلے سے اسوقت کوئی قوم موجود ہو اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **والجان خلقنٰہ من قبل من نار السموم** ایک قوم جان بھی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے موجود تھی۔ اور ایسا ہی بخاری میں ایک حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے خالق ہے۔ اور حق بھی یہی ہے کیونکہ اگر اُس کو ہمیشہ سے خالق نہ مانیں تو پھر نعوذ باللہ اُس کی ذات پر حرف آتا ہے اور یہ ماننا پڑے گا کہ آدم سے پہلے وہ معطل تھا اور قرآن شریف میں جو ترکیب ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے استمرار پر دلالت کرتی ہے اور اگر آدم سے پہلے خلق نہ ہوتی تو یہ ترکیب ہوتی پس آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے مخلوق ضرور تھی۔

سوال کے دوسرے حصہ کی بابت یاد رکھنا چاہئے کہ ممکن ہے جس مقام پر آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی ہو وہاں کے لوگ کسی عذاب الٰہی سے ایسے تباہ ہو گئے ہوں کہ کوئی آدمی نہ بچا ہو اور دنیا میں اس قسم کا سلسلہ دیکھا جاتا ہے کوئی مقام بالکل تباہ ہو جاتا ہے اور کوئی غیر آباد آباد ہو جاتا ہے

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اہل یوروپ اب تک قطبشمالی میں کسی آبادی کی تلاش کر رہے ہیں تا یہ معلوم کریں کہ اوّل کون سے قطعات زمین آباد تھے مگر ایسی مشکلات میں پڑنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ ایمان لانا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ رب رحمٰن۔ رحیم۔ مالک یوم الدین ہے اور ہمیشہ سے ہر جاندار کی پیدائیش ایک تکوں سے ہوتی ہے اور ایک تکوین کو ممکن ہے کہ آدم کے وقت اور مخلوق ہو اور آپکی جنس سے نہ ہو یا اگر ہو بھی تو اس میں کیا حرج ہے کہ قدرت نمائی کے لئے آدم کی پسلی سے حوّا کو پیدا کر دیا ہے۔

انسان کو بیعت کر کے سب امر و نہی ماننے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان لانا چاہئیے وہ ہر چیز پر قادر ہے ممکن ہے کہ ایک قوم موجود ہو اور وہ اُس کے ہوتے ہوئے ایک اور قوم پیدا کر دے یا اسے ہلاک کر کے دوسری قوم پیدا کرے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی ایک جگہ ایسا واقعہ بیان ہوا ہے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ خلیفہ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ ایک قوم ضرور ہی پہلے سے موجود ہو ایسا ہو سکتا ہے کہ اور قوم پیدا کر کے پہلی قوم کا اسے خلیفہ بنایا جاوے اور آدم اوس کے مورث اعلی ہوں۔ انسان چونکہ ازلی ابدی نہیں اس پر تغیرات آتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ پر نہیں آتے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے بھی آدم کہا گیا ہے اس کا سر یہ ہے کہ جب روحانیت پر موت آجاتی ہے اور اصل انسانیت فوت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بطور آدم پیدا کرتا ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ بعض فرقوں کو ہلاک کر دیتا ہے جیسے نوحؑ کے وقت بھی کیا اور پھر ایک نئی پیدائیش کی اگر یہ سلسلہ ہلاکت نہ ہو تو پھر زمین پر اسقدر آبادی ہو کہ رہنا محال ہو جاوے ان قبروں نے ہی پردہ پوشی کی ہوئی ہے +

ہمارے معزز خریداران الحکم۔ از راہ عنایت وہنا اپنا بقایا و چندہ سال رواں جلد ارسال فرماویں مطبع کو مالی مشکلات کے سبب سخت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ وقت پر برادران کی توجہ دربارہ ترسیل زر باعث شکر گذاری ہوگی

بیعت

اذا جاء نصر الله والفتح وانتهى امر الزمان الينا اليس هذا بالحق

مولا بخش ولد کریم بخش - گورداس ننگل۔ گورداسپور
عبد الغفار ولد رحیم بخش۔ پسرور - سیالکوٹ
حافظ محمد اسمٰعیل ولد اللہ بندہ - سید والہ۔ منٹگمری
عبد الرحمٰن ،، - ،، - ،،
روشنائی بی بی زوجہ حلیم ،، - ،،
عائشہ بی بی ولد حلیم ... ،، - ،،
صاحب بی بی } ،، ... ،، - ،،
جنت بی بی -
بوٹا .... ،، - ،،
علم دین طالبعلم ولد حیات - مصطفےٰ - لاہور
بہادر .... ہکہ حاجی - منٹگمری
والدہ مولوی نور الدین - دہرکوٹ بگہ - گورداسپور
شاہو - نتھو - فضل حق - ،، - ،،
غلام محمد - اسمٰعیل - زینب بی بی - ،، - ،،
مسماۃ اللہ رکھی .... ،، - ،،
جیون - فضل الدین - راجیکی - گجرات
سید لعل شاہ صاحب برق - نوشہرہ - پشاور
اہلیہ سید لعل شاہ صاحب ،، - ،،
پیر بخش - خاص در شہر ڈیرہ غازیخان
غلام رسول ولد غلام حیدر + محمد صدیق ولد احمد جیو
حسن طالع ولد محمد صدیق } نور محمد ولد سلطان
غلام فاطمہ - ،، } احمد ولد نور محمد
مسماۃ خاتون زوجہ ،، } اہلیہ نور محمد
محمد اسحاق - محمد رفیق ولد غلام حیدر
محمد ولد نور محمد + مسماۃ بھاگاں -
چوہدری شنانان ولد ہمت - قصور - لاہور
بہادر ولد ،، + فتح دین - ،، - ،،
سکندر ولد بہادر + سردار ولد کالو - ،، - ،،
محمد ولد کالو + بہرام ولد سردا - ،، - ،،
چوغطہ - جمال الدین ولد بانہادر - ،، - ،،
نکھا - ستار دین - ،، - ،،
نواب ولد عمر + نور ماہی ولد خدا بخش ،، - ،،
دینا - اہلیہ دینا - نواب .... ،، - ،،
اللہ دین و قادر بخش ولد نور احمد - ،، - ،،
حکیم حاجی رحمت اللہ صاحب - راہوں - جالندہر
زوجہ ،، - ،, - ،،
محمد ابراہیم ،, - ،, - ،،

خیر بی بی دختر حاجی رحمت اللہ صاحب - راہوں - جالندہر
برکت بی بی اہلیہ - فاطمہ بی بی - ،، - ،،
حاکم ولد غلام محمد + میاں علی محمد ولد جان محمد - خوشاب - شاہپور
سید پیر شاہ صاحب - دہاروال - گجرات
نور محمد صاحب واعظ - شوجین بہہ ملک
امام الدین ولد رستم گھگو - پا ئیرکوٹ - گوجرانوالہ
پیر محمد - نور محمد - محمد اسحاق ولد امام الدین - ،، - ،،
سماعیل ولد احمد یار - گہڑی بوٹ - ،،
اللہ دین ولد قادر بخش } ،، - ،،
سردار ولد اللہ دین } ،، - ،،
غلام محمد ولد ،، } ،، - ،،
مرزا ولد اللہ دین - پسیرکوٹ - گوجرانوالہ
کرم بی بی زوجہ اللہ دین - ،، - ،،
سید ولد بالی - ،، - ،،
غلام ولد امام الدین ،، - ،،
امام الدین ولد عظمت ،، - ،،
امام بی بی زوجہ امام الدین - ،، - ،،
حیات ولد امام الدین - ،، - ،،
مراد و سردار - ،، - ،، - ،،
بخت بہری دختر ،، - ،، - ،،
غلام علی ولد فضلدین - ،، - ،،
کرم بی بی زوجہ فضلدین - ،، - ،،
محمد علی ولد فضل الدین - ،، - ،،
امیر بی بی دختر ،، - ،، - ،،
قطب الدین ولد احمد یار ،، - ،،
روشنائی زوجہ قطب الدین - ،، - ،،
غوث محمد - علی محمد - ،، - ،، - ،،
رحمت بی بی دختر ،، - ،، - ،،
خان بی بی زوجہ احمد یار - ،، - ،،
لال ولد امام بخش - ،، - ،،
روشنائی زوجہ لال - ،، - ،،
مراد بی بی دختر لال ،، - ،،
فتح دین ولد امام بخش تہال - ،،
مریم بی بی زوجہ فتح دین ،، - ،،
زینب بی بی دختر ،، ،، - ،،
ملا ولد سزادار - ،، - ،،
ست بھرائی زوجہ ملا - ،، - ،،
اللہ دین ولد حسن - ،، - ،،
اللہ جوائی زوجہ اللہ دین - ،، - ،،
مہتاب دین ولد مولوی جلال الدین - پیرکوٹ - ،،
مراد بخش ولد مہتاب الدین - ،، - ،،
چوہڑ ولد فتح دین - مانگٹ - ،،
حیات ولد چوہڑ - ،، - ،،
حسن بی بی دختر ،، - ،، - ،،
محمد بی بی زوجہ ،، - ،، - ،،
روشن ولد عمر بخش - ،، - ،،

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی ایڈیٹر و مالک مطبع کے چھپکر شائع ہوا